وَلَقَدۡ یَسَّرۡنَا ٱلۡقُرۡءَانَ لِلذِّکۡرِ فَهَلۡ مِن مُّدَّکِرٍ (القرآن)

اورہم نے قرآن کوسمجھنے کے لیے آسان کردیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے!

جلد 10	شمارہ 09	ذی الحجہ 1437ھ	ستمبر 2016ء

ISSN 2305-6231

ترسیل زربنام: انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

اہل ثروت حضرات کے لیے تاحیات زرِتعاون سترہ ہزار روپے یکمشت

سالانہ زرتعاون: اندرونِ ملک 400 روپے، قیمت فی شمارہ 40 روپے

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر پاکستان پوسٹ کوڈ 35200

047-7630861-7630863

ای میل: hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ: www.hikmatbaalgha.com

www.hamditabligh.net

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی طابع: محمد فیاض مطبع: سلطان باہو پریس، فوارہ چوک، جھنگ صدر

اَلْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَآلَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا (ترمذی)
حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ متاع ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا زیادہ حق دار ہے

مشمولات

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 6 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں (ادارہ)

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

سورۃ العلق آیات 19 ، رکوع 1

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کَلَّاۤ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَیَطۡغٰۤی O

مگر انسان سرکش ہو جاتا ہے

اَنۡ رَّاٰہُ اسۡتَغۡنٰی O

جبکہ اپنے تئیں غنی دیکھتا ہے

اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الرُّجۡعٰی O

کچھ شک نہیں کہ اس کو تمہارے پروردگار ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے

اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یَنۡہٰیO

بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جو منع کرتا ہے

عَبۡدًا اِذَا صَلّٰی O

یعنی ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھنے لگتا ہے

اَرَءَیۡتَ اِنۡ کَانَ عَلَی الۡہُدٰۤی O

بھلا دیکھو تو اگر یہ راہِ راست پر ہو

اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰی O

یا پرہیز گاری کا حکم کرے (تو منع کرنا کیسا)

اَرَءَ یْتَ اِنْ کَذَّبَ وَ تَوَلّٰی O

اور دیکھو تو اگر اس نے دین حق کو جھٹلایا اور اس سے منہ موڑا (تو کیا ہوا)

اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰی O

کیا اس کو معلوم نہیں کہ اللہ دیکھ رہا ہے

کَلَّا لَئِنْ لَّمْ یَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِیَةِ O

دیکھو اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے

نَاصِیَةٍ کَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ O

(یعنی) وہ پیشانی جو جھوٹی ہے اور خطا کار ہے

فَلْیَدْعُ نَادِیَهٗ O سَنَدْعُ الزَّبَانِیَةَ O

تو وہ اپنے یاروں کی مجلس کو بلا لے ہم بھی اپنے موکلانِ دوزخ کو بلائیں گے

کَلَّا لَا تُطِعْهُ وَ اسْجُدْ وَاقْتَرِبْ O آیة السجدة

دیکھو اس کا کہا نہ ماننا اور سجدہ کرنا اور قربِ (الٰہی) حاصل کرتے رہنا

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْم

لَاحَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا
بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات

مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ یَوْمَ النَّحْرِ عَمَلاً أَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ، مِنْ ھِرَاقَةِ دَمٍ، وَاِنَّہُ لَیَأْتِی یَوْمَ الْقِیَامَةِ، بِقُرُونِھَا، وَأَظْلَافِھَا، وَأَشْعَارِھَا، وَاِنَّ الدَّمَ، لَیَقَعُ مِنَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ، بِمَکَانٍ قَبْلَ أَنْ یَقَعَ عَلَی الْأَرْضِ، فَطِیبُوا بِھَا نَفْسًا

قربانی کے دن، ابن آدم کا کوئی عمل ایسا نہیں جو اللّٰہ کو (قربانی کے) جانور کا خون بہانے سے زیادہ پسند ہو اور قیامت کے دن قربان کیے ہوئے جانوروں کے سینگوں، کُھروں اور بالوں کو (بھی) لایا جائے گا (یعنی نامہ اعمال کے ترازو میں ان چیزوں کو بھی رکھا جائے گا) اور (قربانی کے جانور کا) یہ خون زمین پر گرنے سے پہلے اللّٰہ تعالیٰ کی رضا اور مقبولیت کا مقام حاصل کرلیتا ہے۔ لٰہذا تم خوش دلی کے ساتھ قربانی کیا کرو۔

(ابن ماجہ، عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

الجامع الصغیر فی احادیث البشیر والنذیر للامام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ

مغرب کی تہذیبی اقدار کے حصول کے لیے
پاکستانی عوام اور امریکی عوام کا تقابلی جائزہ

انجینئر مختار فاروقی

کہا جاتا ہے کہ 'مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب' یعنی مشرق کی اپنی اقدار ہیں اور مغرب کی اپنی اقدار ہیں۔ اہل مغرب نے عصر حاضر میں اپنے غلبہ اور حکمرانی کو عالمگیر اور GLOBAL بنانے کے لیے 1960ء کی دہائی میں ایک نئے ورلڈ آرڈر کی بنیاد ڈالی جس کو مذہب بیزاری، وحی دشمنی اور خدا بیزاری کی سوچ پر استوار کیا گیا۔ اس نیو ورلڈ آرڈر کے لیے امریکہ کو سربراہ بنایا گیا اور UNO جیسے عوامی اور خدمت خلق کے ادارے کو CORRUPT کر کے اقوامِ عالم میں نفوذ کے لیے ایک PLATFORM کے طور پر استعمال کیا گیا۔

اس تحریک کے نتیجے میں پہلے سے جاری کئی منصوبوں میں تیزی آ گئی اور کئی نئے پروگرام بظاہر بے ضرر ناموں سے شروع کیے گئے۔

امریکہ، برطانیہ، فرانس اور دیگر یورپی ممالک میں اس تحریک کے نتیجے میں ایک MORALLESS اور VALUELESS نسل وجود میں لائی گئی اور تعلیم، بول چال اور میڈیا کے ذریعے ضمیر، اخلاق، کردار، اخلاقی اَقدار، شرم، حیا، پاک دامنی، خدا کا تصوّر، مذہبی اخلاق اور مذہبی احکام سے انکار کا جذبہ پروان چڑھایا گیا۔

امریکہ میں اب تک تین نسلیں اس نئے نظامِ تعلیم سے فراغت پا کر عملی زندگی میں قدم رکھ چکی ہیں۔ اس نیو ورلڈ آرڈر کے ابتدائی مرحلہ کی کامیاب تکمیل پر مغرب نے اپنے خوابوں پر

مشتمل ایک نئی تصنیف میدان میں لا کر ڈالی جس کا نام تھا:

"CLASH OF CIVILISATIONS" یعنی تہذیبوں کا تصادم۔

اس کتاب نے 1990ء کی دہائی میں شہرت پائی اور نتیجتاً چینی تہذیب اور بالآخر مسلم تہذیب کے خلاف ایک غیر اعلانیہ جنگ شروع کردی۔ چین کے خلاف یہ جنگ CONTAINMENT OF CHINA POLICY اور ASIA PACIFIC کے نام سے سامنے آئی۔ جبکہ مُسلم تہذیب چونکہ جاندار اور آسمانی ہدایت پر مشتمل ہے لہٰذا اس کے لیے ایک صلیبی جنگ (CRUSADE) کا آغاز کر دیا گیا جو نائن الیون کے بعد سے اب تک اپنی مسلم کُش پالیسی کے ساتھ جاری ہے اور صرف مسلم ریاستوں کو ہی تہس نہس کر رہی ہے۔ امریکہ کے نزدیک یہ صلیبی جنگ آخری صلیبی جنگ ہوگی اس لیے امریکہ اس جنگ میں سب کچھ لگا دو والی پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ یقیناً مغرب کے نزدیک یہ جنگ DO OR DIE والا معاملہ ہے کہ جنگ جیتو ورنہ دشمن تمہیں نیست و نابود کر دے گا۔ یہ جنگ ساٹھ مسلم ریاستوں میں جاری ہے اور بچشمِ سر سامنے دیکھی جا سکتی ہے۔

ان سطور میں ہمیں صرف عصر حاضر کی مغربی تہذیب کی نمایاں اقدار کا امریکہ اور مشرق بالخصوص پاکستان کا سرسری موازنہ پیش کرنا ہے تا کہ یہ اندازہ ہو کہ مسلمان ممالک میں ان مغربی ULTRA MODERN اقدار کا کیا حال ہے؟ اور امریکہ میں حکومت اور UNO نے ان اقدار پر کہاں تک عمل درآمد کیا ہے؟۔ ذیل کے تقابلی جائزے کے لئے ہمیں صرف مساواتِ انسانی اور آزادی کے جدید مغربی تصورات کی عملی تنقید پر گفتگو کو محدود رکھنا ہے۔ تفصیلات میں جائیں تو یہ موضوع بہت طویل اور تفصیل طلب ہے۔

مساواتِ انسانی

انسانی مساوات ایک ایسا عنوان ہے کہ اس پر ہر معقول انسان اور ہر آسمانی مذہب کے پیروکار متفق ہیں اور اگر مزاج بگڑ نہ گئے ہوں اور نیّتیں صاف ہوں تو یہ حقیقت انسان اور انسانیّت کی معراج ہے۔ تاہم یہ بات بھی اپنی جگہ حقیقت ہے کہ یہ مساوات، کامل مساوات اور مساواتِ مرد و زن سے آگے بڑھ کر زندگی کے ہر شعبے میں مرد و زن کی برابر نمائندگی صرف 'مغرب کا نعرہ'

ہے۔ یورپ میں اس کامل مساواتِ انسانی کے خلاف حالت کو دیکھ کر یورپ میں علمی، فنّی اور صنعتی ترقی کے بعد سے اس ضمن میں مسلسل کام ہوا ہے اور دوسری جنگ عظیم کے بعد (1945ء سے) اب یہ کام عالمی سطح پر UNO کے ذمّے ہے اور UNO کے مستقل ارکان گویا اس بات کے ذمہ دار (CUSTODIAN) ہیں کہ اقوام متحدہ کے اس ادارے کے تمام ممبران ممالک میں مساواتِ مردوزن کے نظریے کی مغربی توجیہ (CONCEPT) پر عمل درآمد کرائیں بصورت دیگر ایسے ممالک کیلئے امداد بند کر کے مختلف قسم کی تجارتی وسفارتی پابندیاں بھی لگانے سے گریز نہ کریں۔

UNO اور مساواتِ مردوزن کے نظریہ پر عمل درآمد کا مستقبل

1970ء کے بعد سے UNO کے تحت آزادئ نسواں اور مساواتِ مردوزن کے نظریہ کے تحت بہت کام ہوا ہے اور آغاز میں غیر محسوس انداز میں کئی کانفرنسوں میں بڑے سادہ اور بے ضرر کے قسم کے اصول طے ہوئے جو بظاہر ہر انسان کو بہت اچھے لگے۔ بعدازاں 1990ء کی دہائی میں ایک بیجنگ کانفرنس ہوئی اور اس کے بعد تسلسل سے بیجنگ 5+، بیجنگ 10+......کا سلسلہ ہے نیویارک میں فروری 2015ء میں بیجنگ 15+ کانفرنس ہوئی اور بیجنگ 30+ تک UNO کو اپنے عالمی صہیونی ایجنڈے کو تمام ممبر ممالک میں لازماً عمل درآمد کرانے کا ہدف دیا گیا ہے۔

آغاز کے مراحل میں عورتوں کو زندگی کے ہر شعبے میں برابر کی نمائندگی، تعلیم، کھیل، ملازمتیں حتیٰ کہ فوج میں عورتوں کی شمولیت اور فوج کے اعلیٰ کیڈرز تک عورتوں کی نمائندگی بھی ضروری قرار پائی۔ اسی نظریہ کے تحت عورتوں کا حق حکمرانی تسلیم ہوا، اسی اصول کے تحت خاندانی زندگی اور معاشرتی زندگی میں عورت کو گھر کے اندر بھی کام کرنے کے لئے مساوات کا درجہ دینے کے لئے شوہروں کے تشدّد کا پرچار کیا گیا اور کئی قسم کے قوانین تسلیم کرا لیے گئے۔

اسی نظریہ کے تحت نوجوان قیادت، اور یُوتھ فورس کا تصور سامنے لایا گیا اور ان نظریات کو گویا ساری معاشرتی وسماجی ترقی کا ضامن قرار دینے کے لیے عالمی میڈیا نے دن رات ایک کر دیا۔

UNO کے ترقی پسندانہ نظریات

تہذیب مغرب کے نمائندہ ادارے UNO کے ترقی پسندانہ نظریات (جو مغربی

تصوّراتِ حیات، کی بھی ایک ڈراؤنی شکل ہے) کا خلاصہ یہ ہے کہ:

- O تمام ممبر ممالک میں خواتین کو اب حکمرانی میں برابر کا حق ملنا چاہیے۔
- O زندگی کے ہر شعبہ حتیٰ کہ یونین کونسل سے لے کر صوبائی و قومی اسمبلی اور سینٹ میں بھی برابر کی نمائندگی ضروری ہے۔ مختلف ممالک میں خواتین مردوں کے مقابلے میں جنرل سیٹوں پر بھی الیکشن لڑ کر اسمبلیوں میں آجاتی ہیں اور خصوصی نشستوں کے ذریعے کوٹہ سسٹم کے تحت بھی۔ یہ لگتا ہے کہ کچھ عرصے میں دنیا بھر میں UNO کے ممبر ملکوں میں اسمبلیوں میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہوجائے گی۔
- O نوجوان قیادت یعنی نوجوان مرد اور نوجوان عورتیں سیاسی جماعتوں کی قیادت کریں اور پھر نوجوانوں کے ووٹوں سے کامیاب ہوں پھر یہی نوجوان لڑکے اور لڑکیاں وزیر اعظم بنیں تو مغرب کو اپنے شیطانی ایجنڈے کے آگے بڑھنے اور انسانی ترقی کے خواب کی تکمیل ہوتی نظر آرہی ہے۔ مزید برآں یہ نوجوان قیادت کھیل کے میدانوں میں سے نکلیں یا فلم انڈسٹری سے متعلق ہوں تو کیا کہنے۔ یعنی جس قیادت کو سیاست کی الف ب بھی نہ آتی ہو وہ بہتر ہے۔

UNO کے نظریاتی اہداف اور مسلمان ممالک

☆ اوپر درج UNO کے نظریاتی اہداف کے سلسلے میں جب مسلمان ممالک کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں بڑی حیرت ہوتی ہے کہ مسلمان ممالک میں پاکستان، بنگلہ دیش اور سعودی عرب UNO کے ایجنڈا پر عمل کر کے گویا عصر حاضر میں ترقی اور 'کامیاب ریاست' کے وکٹری اسٹینڈ پر کھڑے ہیں۔ پاکستان تو ماشاءاللہ، اسمبلیوں میں خواتین کی نمائندگی کے حوالے سے دنیا بھر میں چند اوپر کے ممالک میں شامل ہے اور خواتین کی سربراہی کے لحاظ سے بے نظیر بھٹو دو دفعہ وزیر اعظم بن چکیں۔ اس ضمن میں پاکستان نے کامیابی کے کئی جھنڈے گاڑ دیے ہیں۔ اسلامی نقطۂ نظر سے نہ سہی، UNO کی نظر میں پاکستان کا ایک اونچا اور منفرد مقام ہے۔

UNO کے نظریاتی اہداف اور امریکی عوام

☆ UNO کے زیر بحث نظریاتی اہداف، یقیناً دنیا کے سینکڑوں اہل علم اور درجنوں

تھِنک ٹینکس (THINK TANKS) کی سوچ بچار کا حاصل ہیں اور یقیناً حالیہ مغربی تہذیب کے نزدیک یہ اہداف عصر حاضر میں ترقی کی معراج ہیں اور جہاں یہ اہداف پورے ہو گئے ہیں وہ ممالک گویا بامِ عروج پر کھڑے ہیں اور قابل تقلید ہیں اور وہ ممالک جہاں یہ اہداف ابھی حاصل نہیں ہو سکے وہاں کے عوام کو اگر جاہل، اجڈ اور قبل از تاریخ کے زمانے کے یا پتھر کے دور کے انسان کہا جائے تو UNO کی توجیہات کے مطابق بے جا نہ ہوگا۔

☆ اس مقام پر آ کر ہمیں مزید حیرت یہ ہوتی ہے کہ ایک طرف امریکہ اتنا ترقی یافتہ ملک، دنیا کا امام، عصر حاضر کا TREND SETTER اور انسانی ترقی کے لحاظ سے END OF HISTORY کا دعوے دار ــــــ کہ امریکہ نے جتنی ترقی کر لی ہے اس کے بعد انسانی عقل و فہم کے مطابق ترقی کا کوئی اگلا مرحلہ یا زینہ باقی نہیں ہے۔ اور دوسری طرف ــــــ عقل حیران ہے کہ آج تک امریکہ میں کوئی عورت حکمران نہیں بن سکی۔ پاکستان 1947ء میں آزاد ہوا اور 1988ء، 1995ء دو دفعہ ایک خاتون وزیر اعظم بن گئی مگر 1776ء میں آزادی حاصل کر کے امریکہ آج تک کسی عورت کو حکمران کے تخت تک کیوں نہ لا سکا۔

ہمارے نزدیک یہ سازش امریکی عوام کے کسی دوست نے نہیں بلکہ دشمن نے کی ہے۔ اور ہمیں امریکی عوام کی اس محرومی پر بڑا دُکھ ہے اور دل کی بات کہتے میں کوئی عار نہیں ہے کہ ہمیں امریکی عوام کی اس بدنصیبی اور محرومی کی وجہ سمجھ نہیں آ رہی۔ UNO کا ہیڈ کوارٹر امریکہ میں ہے اور 1776ء سے اب تک کوئی خاتون سربراہِ مملکت کے طور پر سامنے نہ آئے؟ امریکی عوام پر ظلم نہیں تو اور کیا ہے۔

اب 2016ء کے سال میں ایک خاتون ابھی امریکی صدارت کے لیے نامزد ہوئی ہے اور نامزدگی اور صدر بننے کے درمیان بے شمار مراحل ہیں۔ اللہ امریکی عوام کی خوش نصیبی میں اضافہ کرے کہ وہ جلدی اپنے ملک کی سربراہی ایک خاتون کو دے کر اپنے خوابوں کی تعمیر کر سکیں۔ اسی طرح ہماری سمجھ سے یہ بات بھی بالاتر ہے کہ پاکستان جیسے ملک کی عوام تو نوجوان قیادت کو کامیاب بنا کر وزیر اعظم بنا دیں (حتیٰ کہ بھارت میں اندرا گاندھی کے جوان سال بیٹے بھی حکمران بن جائیں) مگر امریکی عوام کی بدنصیبی کہ وہاں نوجوانوں کے حقوق پر ایسا ڈاکہ کہ صدیوں

سے کسی نوجوان کوسیاسی قیادت کے لئے منتخب نہیں کیا گیا۔کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہم محکوموں کی عقل اتنی چھوٹی ہوتی ہے کہ اس میں اِن فیصلوں کی حکمتیں سمجھنے کی صلاحیت سمانہیں سکتی۔ان دومحرومیوں اور اسی طرح کی کئی دوسری محرومیوں پر ہمیں امریکی عوام سے گہری ہمدردی ہے۔

☆ قارئین کے لئے یہ بات اچھنبے سے کم نہیں ہوگی کہ امریکہ کی طرح فرانس، جرمنی، بلجیم، اٹلی، چین اور روس جیسے مما لک میں بھی قیادت پر صدیوں سے بوڑھوں نے قبضہ کر رکھا ہے اور ان مما لک کے نوجوانوں کے حقوق غضب کر رکھے ہیں اور بالخصوص خواتین کی حکمرانی کا راستہ مخدوش ہی نہیں بنا رکھا بلکہ بلاک کرر کھا ہے۔ پاکستان کے ایک صوبائی وزیر نے صوبائی سپورٹس کے محکمے کی کارکردگی کا معیار بتایا ہے کہ کسی دوسرے ملک کا کوئی وزیر کھیل میرے ساتھ PUSHUPS (ڈنڈ پیلنے) کا مقابلہ کر کے دیکھ لے۔مغربی مما لک میں اس طرح کے کسی 'ہیرے' وزیر کے لیے کم از کم ایک صدی درکار ہے گویا امریکہ نوجوان قیادت میں ہم سے ایک صدی پیچھے ہے۔افسوس کہ امریکی عوام کی بدقسمتی اور UNO کے ہاتھوں اس طرح کے بُرے دن بھی قدرت نے ہمیں دکھانے تھے۔

☆ ہماری استدعا ہے کہ UNO کے کار پردازان ایسے مما لک کے خلاف ایکشن لیں کہ غیر ترقی یافتہ مما لک ان اہداف کے حصول میں آگے نکل گئے ہیں اور UNO کی سلامتی کونسل کے مستقل ممبران اس معاملے میں ابھی SQUARE ONE میں پیچھے ہیں۔

☆ ہمیں امید ہے کہ اگر ایسا صرف خطا اور غلطی سے ہوا ہے تو یہ مما لک جلد اس کا مداوا کر لیں گے اور اپنے عوام کی بدنصیبی کا مداوا کریں گے۔____ ورنہ مسلمان یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوں گے کہ UNO کا ایجنڈا ___ مسلم مما لک کے لئے اور ہے اور مغربی مما لک کے لئے اور ہے اور یہ بات کوئی باضمیر اور انصاف پسند مغربی آدمی سوچ بھی نہیں سکتا۔

☆ حاصل کلام ہے کہ اگر UNO کا ایجنڈا کوئی نعمت اور خیر ہے تو ہم ایک ترقی یافتہ قوم ہیں اور اگر امریکہ اور UNO کا ایجنڈا کوئی 'شر' اور 'حکمت ابلیس' کی چالوں میں سے ایک چال ہے تو مستقبل کا مؤرخ اہل پاکستان کو کیا لکھے گا وہ اہل علم اور اہل نظر سے پوشیدہ نہیں ہے۔

رحمتوں برکتوں کی رات

قیام پاکستان کی رات

27 رمضان المبارک 1437ھ

خطاب محترم اوریا مقبول جان صاحب

(گزشتہ سے پیوستہ)

14 راگست 1947ء کی شب 27 ویں رمضان المبارک تھی، اسی مناسبت سے قرآن اکیڈمی جھنگ میں 27 ویں رمضان کو قیامِ پاکستان کے طور پر یاد کرنے کے سلسلے میں ایک تقریب منعقد ہوئی جس کا دوسرا حصہ بھی ہدیۂ قارئین ہے۔

...........میں عرض کر رہا تھا کہ اس وقت ہمیں جو سزا مل رہی ہے وہ اس طرح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو بیماریاں ہمارے اندر پیدا کر دی ہیں۔ ایک اللہ نے ہمارے اندر نفاق پیدا کر دیا ہے اور دوسرا ہمیں گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے یَلْبِسَكُمْ شِيَعًا۔ اور اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں تمہیں ایک دوسرے کی گردنیں کٹانے کا عذاب چکھاؤں گا۔ اب راستہ کیا ہے۔ اکثر اوقات راستے کی بات ہوتی ہے کہ راستہ کیسے ٹھیک ہوسکتا ہے۔ پہلی بات، پاکستان کی سٹیٹ ہو یا دنیا کی کوئی بھی سٹیٹ ہو، اس کو تین ذمہ داریاں دی گئیں تھیں کہ یہ تم نے پوری کرنی ہیں اور یہ ذمہ داریاں لیگ آف نیشنز نے اور باقی تمام دنیا کی اقوام نے مل کر طے کی تھیں۔ پہلی ذمہ داری تھی

EVERY COUNTRY MUST HAVE CONSTITUTION

چونکہ بنیادی طور پر وطنیّت یہ ایک بہت بڑا بت ہے اس بت کی ایک عبادت بھی ہے آپ کھڑے ہوتے ہیں، آپ جھنڈا لہراتے ہیں پھر اس کو سیلوٹ (سلام) کرتے ہیں، اس کا ترانہ ہے یہ اس کی ایک عبادت ہے۔ وطنیّت کا بھی ایک ترانہ ہے تو ٹھیک ہے۔

CONSTITUTION کیا ہوتا ہے؟ دنیا میں 15 ملکوں کے آئین اُٹھا کر دیکھ لیں

پانچ یا چھ شقوں کے علاوہ سارے CONSTITUTION ایک طرح کے ہیں۔ ایک ملک اور ہے جس کے بارے میں قائداعظم نے کہا تھا: BASTARD CHILD OF EUROPE یہ یورپ کا حرامی بچہ ہے۔ اسرائیل۔ 14 مئی 1948ء کو جتنے بھی لوگ تھے یہ سارے کے سارے ZIONIST اکٹھے ہوکر وہاں پر پہنچے ڈیوڈ بن جریان ان کا سربراہ تھا۔ اس نے پہلی تقریر کی۔ اس کی اس تقریر کے صرف چار لفظ سناتا ہوں

WE ARE NOT GOING TO DEVELOP A BOOK OR WRITE A BOOK WHICH HAS A STATUS MORE THAN TALMUD AND TORAH

ہم کوئی ایسی کتاب تخلیق نہیں کریں گے جسے ہم آئین کہتے ہیں جس کی حیثیت تالمود اور تورات سے زیادہ ہو۔

ایک لفظ لکھا ہے جو آج بھی اسرائیلی کیپٹن کے سامنے ہے: THE CONSTITUTION OF ISRAEL IS TORAH ''اسرائیل کا آئین تورات ہے''۔

اسرائیل کو بنے 68 سال ہوگئے ہیں، اس نے آج تک آئین نہیں بنایا۔ وہ بے آئین ملک ہے لیکن چل رہا ہے۔ مجھے کہا جاتا ہے کہ کیسے نافذ کریں گے۔ میں نے کہا کہ پاکستان کے آئین کے بارے میں یہ افتخار چوہدری کی تشریح اور ہے فیصل رضا عابدی کی آئین کی تشریح اور ہے الطاف حسین کی اور ہے پیپلز پارٹی کی اور ہے جماعت اسلامی کی اور ہے جمعیت علماء اسلام کی اور ہے۔ پاکستان کا قانون نافذ ہے۔ یہ کس کا آئین نافذ ہے؟ یہ عدالتی تشریح ہے جو نافذ ہوتی ہے جو اس کے معانی متعین کرتی ہے۔ دوسری چیز جو یاجوج وماجوج کے بنیادی نظام کا حصہ ہے کہ

EVERY COUNTRY MUST HAVE CENTRAL BANK

یہ کیوں؟ اسلئے کہ EVERY COUNTRY MUST HAVE CURRENCY۔ میری اور آپ کی پہچان پاکستان کا پاسپورٹ نہیں ہے، میری اور آپ کی پہچان پاکستان کا جھنڈا نہیں ہے۔ میری اور آپ کی پہچان قائداعظم والا وہ نوٹ ہے جو میں لے کر گھومتا ہوں جس کے بارے کہتے ہیں کہ خبردار یہ یہاں نہیں چلے گا۔ آپ کا پاسپورٹ چل جاتا ہے آپ اپنے پاسپورٹ کے اوپر امریکہ بھی گھوم آتے ہیں انگلینڈ بھی گھوم آتے ہیں، ملائیشیا بھی گھوم آتے ہیں لیکن آپ

اپنے قائداعظم کے نوٹ سے ایران میں بھی خریداری نہیں کر سکتے، امریکہ کیا آپ افغانستان میں خریداری نہیں کر سکتے۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی کہہ دے میں بدلوادوں گا۔ IDENTITY کس کی بنائی گئی؟ پیپر کرنسی کی۔ یہ پیپر کرنسی 1694ء سے بنی ہے۔ بنک آف انگلینڈ کا چارٹر بنا اور پیپر کرنسی کا آغاز ہوا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ تم چھ چیزوں میں کاروبار کروگے: سونے میں، چاندی میں، گندم میں، چاول میں، کھجور میں اور نمک میں۔۔ پیپر کرنسی کیوں بنی؟

CURRENCY MUST HAVE IN-TRANSIT VALUE

اکنامکس کے لوگ اسے بڑی آسانی سے سمجھیں گے وہ کرنسی جو اپنی حیثیت رکھتی ہو خریدنے کے لیے۔ یہ کاغذ اپنی حیثیت نہیں رکھتا۔ یہ کاغذ اس لیے بنایا گیا تھا کہ ایک آرٹیفیشل کریڈٹ کا سرکل بنایا جائے۔ اور اس کی بنیاد پر انھوں نے اتنے نوٹ چھاپے تھے کہ 1694ء سے لے کر 1780ء تک صرف ملٹری...... بنائی گئی تھی۔ آپ بھی دوسوارب ڈالر خریدتے ہیں وہ بھی چار سوارب ڈالر خریدتے ہیں، ہم سارے مل کر آٹھ سوارب ڈالر لے کران سے عربوں کا تیل خریدتے ہیں مسلمانوں کا تیل چلو کہہ لو۔ یہ ایک لاکھ ڈالر میں اتنے سارے کاغذ اچھی سیاہی اچھے کاغذ لگا کر چھپ جاتے ہیں۔ آج اگر اعلان ہوجائے کہ پاکستان کے روپے میں تیل بیچا جائے گا تو پاکستان کے ایک روپے کے سو ڈالر ملنے شروع ہوجائیں گے۔

تیسری چیز یہ کہ............ ہر ملک کا ایک قومی قرضہ ہونا چاہیے۔

1947ء سے پہلے پاکستان اور ہندوستان دونوں پہ ملا کر ایک روپے کا قرضہ نہیں تھا۔ انگریز ہمارے باپ کا رشتے دار نہیں تھا کہ قرضہ لے کر ہم پر خرچ کرتا تھا۔ پانچ کروڑ پاؤنڈ لیوی جاتی تھی یہاں سے، جس سے انگلینڈ کا کاروبارِ سلطنت چلتا تھا۔ پانچ کروڑ پاؤنڈ یہاں سے ٹیکس جاتا تھا۔ اور آپ کو میں اندازہ بتاؤں۔ کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا جو تھا کہ ٹیکس لگانے والا جہنمی ہے۔ کیوں کہا تھا؟ آپ کو پتا ہے یہاں پر ٹوٹل آٹھ یا نو فیصد آبیانہ اور مالیات ہوتی تھی، اس کے علاوہ یہاں پر نہ انکم ٹیکس تھا، نہ کسٹم ڈیوٹی تھی نہ کچھ اور تھا۔ اسی سے پورا کاروبارِ سلطنت چلتا تھا۔ دنیا کا سب سے بڑا لیوی سسٹم یہاں پر بنا۔ دنیا کا سب سے بڑا انٹرنیشنل لیوی سسٹم یہاں پر بنا۔ یہ آج آپ مال روڈ بنانا شروع ہوجائیں تو جاپان اور چین کی کمپنیاں

یہاں آ کر بنانا شروع ہوجائیں گی NOT A SINGLE PENY THAT۔ پندرہ ہزار ارب ڈالر امریکہ کی کل GDP یعنی کل پیداوار ہے جو سارے مل کر اپنے کھانے کے لئے، پینے کے لئے، اوڑھنے اور بچھونے کے لیے بناتے ہیں۔ اور امریکہ کا جو قرضہ ہے وہ سولہ ہزار ارب ڈالر ہے۔ یہ کل 31 ہزار ارب ڈالر بن گئے۔ ان کے مقابلے میں 32 ہزار ارب ڈالر وہ ہیں جو امریکہ کے سرمایہ داروں نے چوری کر کے کیمن آئی لینڈ میں رکھا ہوا ہے تاکہ وہ ٹیکس سے بچ سکیں۔ لیکن ایک آواز کانگریس میں نہیں اٹھتی۔ اس لیے کہ 6.8 ارب ڈالر اگر اوباما کو نہ ملیں تو اس کا باپ الیکشن نہیں لڑسکتا۔ چار ارب ڈالر اگر سکوزی کو نہ ملیں تو وہ سوچ نہیں سکتا الیکشن میں کودنے کے لیے۔ اگر چار ارب ڈالر کے قریب گولڈن براؤن کو نہ ملیں وہ نہیں آتا۔ بھارت کا ابھی تازہ ترین سینٹ کے مڈٹرم الیکشن کا جو بل آیا ہے، وہ چار ملین تھا، لوگوں کے کانوں سے دھواں نکل گیا۔ انھوں نے کہا نہیں، ہم دینے کو تیار ہیں۔ اس لیے کہ جتنے نوٹ امریکہ میں کاغذ کے چھپتے ہیں اس سے تین گنا باہر دنیا کے اندر CIRCULATE کررہے ہوتے ہیں۔ یہ تیسری چیز NATIONAL DEBIT۔ امریکہ کے اوپر جو قرضہ ہے اس کے آرٹی فیشل سود کے نظام کی بنیاد پر آپ کی پوری کی پوری عمارت استوار ہے۔ اقبال نے کہا تھا

ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس
جب ذرا آدم ہوا ہے خود شناس و خود نگر

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن، اندروں چنگیز سے تاریک تر!

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو
کہ از مغز دو صد خر فکر انسانی نمی آید

جمہوری نظام سے گریز کر، پختہ کار کا غلام بن جا؛ اس لیے کہ دو سو گدھوں کے دماغوں سے انسان کی فکر پیدا نہیں ہوسکتی۔

کہتا تھا عزازیل خداوند جہاں سے
پرکالہ آتش ہوئی آدم کی کف خاک!

ابلیس اپنی ACHIEVEMENTS گنارہا ہے اللہ تعالیٰ کے سامنے اور آخر میں پتا کیا کہا ہے:

جمہور کے ابلیس ہیں اربابِ سیاست
باقی نہیں اب میری ضرورت تہہ افلاک

اے اللہ! ابلیس اتنے سارے بن گئے ہیں، چار ساڑھے چار سو تو ایم این اے بن گئے ہیں۔ مجھے واپس بلا لے، اب میری کوئی ضرورت نہیں اس زمین پہ رہنے کی۔

یہ ایک پورا سسٹم ہے جس میں آپ رہ رہے ہیں۔ اس پورے سسٹم سے اندر راستہ نکلتا ہے جو سسٹم سے باہر ہے۔ یہ ایک بلڈنگ ہے اس بلڈنگ کے ایک کمرے کے اندر آپ رہتے ہیں۔ آپ کو اندازہ ہی نہیں ہے اس بلڈنگ کے اوپر کتنے کمرے اور بنے ہوئے ہیں، اس کا گنبد کیسا ہے۔ اس کے اندر اوپر سے جو پانی آ رہا ہے اس کی سپلائی کیسی ہے۔ جب تک آپ اس بلڈنگ سے باہر نہیں نکلتے آپ اس کا اندازہ نہیں کر سکتے کہ یہ بلڈنگ آپ پر حملہ آور کیسے ہو سکتی ہے۔ وہ جو اقبال نے کہا ہے کہ

کھل گئے یاجوج و ماجوج کے لشکر تمام
چشم مسلم دیکھ لے تفسیرِ حرفِ یَنسِلُوْن

آپ اندازہ کریں کہ 1930ء میں جب وہ گئے ہیں تو ان کی دور بین نگاہوں نے مستقبل کی تصویر دیکھ لی۔ 1930ء کے اندر جو سسٹم BUILD UP ہوا ہے اس کے اندر ایک چیز ہے پورنو گرافی۔ 1930ء میں پہلا COMPETITION آ گیا تھا اور آج تک چلتا آ رہا ہے۔ تقریباً 13 بلین ڈالر اور 100 بلین ڈالر یعنی 170 بلین ڈالر کی پورنو گرافی کی۔ یہ پوری انڈسٹری نے مل کر تماشا بنایا۔ یاجوج و ماجوج ہے کیا؟ اللہ کے رسول ﷺ ایک دفعہ سو رہے تھے تو اچانک اُٹھے تو کہا: وَیْلٌ لِّلْعَرَب عرب کے لیے تباہی ہے پھر فرمایا: وَیْلٌ لِّلْعَرَب تین دفعہ کہا کہ عرب کے لیے تباہی ہے۔ آپ نے وَیْلٌ لِّلْمُسلِمِیْن نہیں کہا۔ اس میں بڑی پتے کی بات ہے۔ اس وجہ سے نہیں کہا کہ اگر میں کہوں کہ مجھے حق باہو یا سلطان باہو کا کلام نہیں آتا تو میرے لیے کوئی معافی نہیں ہے۔ میں کہوں مجھے بلھے شاہ کی سمجھ نہیں آتی تو مجھے کوئی معافی نہیں ہے۔ اس لیے مجھے پتہ ہے کہ میں اُس پر سر دھنتا ہو، میں اُس پہ آنسو بھی بہاتا ہوں میں اس پہ خوش بھی ہوتا ہے، میں ہیر کو سنتا ہوں

مجھے کسی ٹرانسلیشن کی ضرورت نہیں پڑتی کہ یارا ے ہیر دا مطلب کی اے۔ عرب کہے کہ مجھے قرآن سمجھ میں نہیں آتا اس کو کوئی معافی نہیں۔ اس لیے فرمایا: وَيْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ۔ عرب کے لیے تباہی اس فتنے کی وجہ سے جو قریب آ گیا ہے۔ آپ ﷺ کی زوجہ سیّدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا جو اس وقت پاس موجود تھیں، پوچھا یارسول اللہ! کیا ہو گیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یاجوج و ماجوج نے اس دیوار کے اندر سوراخ کر دیا ہے۔

بڑے کمال کے سوال ہیں جن کا تین احادیث کے اندر ذکر ہے۔ پوچھا کہ یاجوج و ماجوج کون ہیں؟ کہا: یہ بنی نوعِ انسان میں سے ایک ایسی قوم ہے کہ 90 وہ ہوں گے اور 10 تم ہو گے۔ اگلا سوال ہے کہ یارسول اللہ! یہ کیا کریں گے؟ حیران کن سوال ہے۔ فرمایا: اگر ان کو کھلا چھوڑ دیا گیا تو یہ معاش میں فساد پیدا کریں گے۔ THEY ARE DISTURBING THE ECONOMIC SYSTEM۔ اگلا سوال۔ کیا ہم ان پر فتح حاصل کر لیں گے؟ کہا: نہیں، یہ ایسی قوم بنائی ہے کہ بہت مشکل ہے۔ ہاں اللہ ان سے اعلانِ جنگ کرے گا۔ آپ قرآن اٹھا کر الحمد سے لے کر والناس تک دیکھ لیجیے کہ اللہ نے نہ زنا کے خلاف اعلانِ جنگ کیا ہے نہ چوری کے خلاف نہ کسی اور چیز کے خلاف۔ اللہ نے صرف ایک جگہ فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ سود کے خلاف اعلان جنگ کیا ہے۔ سود پر آپ کا پورا سسٹم REST کرتا ہے۔ 45 ہزار کارپوریشنز ہیں، اس کے اوپر 500 کورٹ کارپوریشنز ہیں ان کو 20 بنچ کنٹرول کرتے ہیں جو ساری کی ساری بالی وڈ کی انڈسٹری کو فحاشی کے لیے فنڈ کرتے ہیں۔ پاکستان میں فلموں تک کو وہ فنڈ کرتے ہیں۔ صرف دو فیصد پیسہ ہے کارپوریٹ کلاس کا۔ جو ACCOUNTANCY کی کتاب ہے MANUFACTURING CONCEPT۔ صرف دو فیصد پیسہ لگا تا ہے آپ کا پورا کا پورا میڈیا اُن کے ہاتھ میں ہے۔ صرف تین کمپنیاں ہیں جن کے پاس دنیا کا 97% میڈیا ہے۔ 37 فیصد میڈیا ایک کمپنی کے پاس ہے۔ 32 فیصد دوسری کمپنی ہے ...... یہ 70% میڈیا ہے۔ آپ کے میڈیا کی کوئی حیثیت نہیں ہے، یہ بھی وہیں سے آتا ہے۔ آپ کے یہاں جو پیپسی بوتل کی کمپنیز ہیں ان سے کہو کہ وہ کوئی اشتہار دے کر دکھائیں، ان کی جرأت نہیں ہے کہ اشتہار دے سکیں، پیسہ پیپسی انٹرنیشنل میں جمع ہوتا ہے وہ اشتہار دیتی ہیں اور پھر جیسا اشتہار دے ویسا

آپ کو چلانا پڑتا ہے اور دیکھنا پڑتا ہے کیونکہ آپ کی تنخواہیں وہاں سے آتی ہیں۔ ایسے تو نہیں ایک کروڑ دس لاکھ روپے کامران خان کی مہینے کی تنخواہ ہے اور چالیس لاکھ روپے حامد میر کی تنخواہ ہے اور تیس لاکھ روپے کسی اور کی ہے۔ کبھی کسی نے سوال کیا ہے کہ کہاں سے آتا ہے یہ پیسہ؟ نہیں، کوئی نہیں بتا سکتا۔ جو کہا ہے کہ هُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ۔ یہ اکنامک سسٹم کہاں سے آتا ہے؟ سیٹلائٹ سے۔ فحاشی کہاں سے آتی ہے؟ سیٹلائٹ سے۔ آپ کے اوپر ڈرون حملہ کہاں سے ہوتا ہے؟ سیٹلائٹ سے۔ یہ تمام چیزیں مِنْ كُلِّ حَدَبٍ۔ چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حرف ینسلون۔

اصلاحِ احوال کرنا ہے تو آپ کو اس پورے کے پورے سسٹم سے باہر نکلنا پڑے گا۔ اقبال نے کیا حل بتادیا

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی

شراب خانے میں مصلیٰ نہیں بچھے گا۔ شراب خانے سے باہر مسجد بنے گی۔ اس کے لیے ایک راستہ ہے۔ میں جب تک اپنے صدر کو صدر کہوں گا میرا بچہ بھی اس کا موازنہ کرے گا ڈیگال کے ساتھ......۔ جب تک میں اپنے وزیراعظم کو وزیراعظم کہوں گا تو اس کا موازنہ کرے گا چرچل کے ساتھ یا نہرو کے ساتھ یا کسی اور کے ساتھ۔ لیکن جس دن میں نے امیرالمومنین کہنا شروع کر دیا تو اس کا موازنہ عمر بن خطابؓ کے ساتھ کرے گا یا علی المرتضیٰؓ کے ساتھ۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہمیں اپنی TERMINOLOGY میں زندہ ہونا ہوگا۔ میرا بچہ سنڈریلا پڑھتا ہے، شیخ عبدالقادر جیلانی نہیں پڑھتا۔ سنڈریلا ماں سے جھوٹ بول کر گھر سے نکلتی ہے۔ عبدالقادر جیلانی کی جیب میں تیس دینار ہوتے ہیں اور ڈاکوؤں کا سردار پوچھتا ہے کہ کسی کے پاس کچھ ہے؟ اس نے کہا: ہاں میرے پاس تیس دینار ہیں۔ اس سردار نے کہا: تم نے یہ مجھ سے چھپائے کیوں نہیں؟ کہا کہ میری ماں نے کہا تھا کہ بیٹا جان بھی چلی جائے تو بھی جھوٹ نہیں بولنا۔ بچہ اپنے دماغ کی پوری کی پوری قوت پر ایک ماحول بناتا ہے جسے DREAM WORLD کہتے ہیں پانچ سال سے دس سال کی عمر تک۔ اس DREAM WORLD میں کیا بنتا ہے؟ کیسے بنتا ہے، کیا چیز بنتی ہے، اس DREAM WORLD میں کونسی کی کہانیاں بنتی ہے۔ اس DREAM

WORLD میں چکی کی گرگر نہیں ہے، اس DREAM WORLD میں قرآن کی آوازیں نہیں ہیں۔ اس میں عام سا مولوی نہیں ہے، سادہ سے کپڑے پہننے والا انسان نہیں ہے۔ اس کے ہاں مہذّب ترین شخص جو ہے کلین شیو ہوتا ہے۔ ایمازون کے جنگل میں ٹارزن ساری زندگی رہتا ہے جو شیو کیسے ہوتا ہے حالانکہ جنگل میں شیو کا تصور نہیں ہوتا۔ اس کو بتایا گیا ہے کہ اس طرح کے لوگ ہوتے ہیں اس لیے جب میں اپنی گاڑی بیچ کر اپنا گھر بیچ کر اپنی زمین بیچ کر اس کو آکسفورڈ بھیجتا ہوں وہ جیسے ہی وہاں پہنچتا ہے تو کہتا ہے I AM OXAN۔ اس کو ایک شلوار قمیص والا آدمی ایک جاہل لگتا ہے اور ایک داڑھی والا آدمی دہشت گرد۔ آج سے بیس سال پہلے پولیس کی پوسٹ پر کن لوگوں کو روکا جاتا تھا؟ ان لوگوں کو روکا جاتا جو سلطان راہی ٹائپ ہوتے تھے جو ایسے بدمعاش ٹائپ ہوتے تھے، کان میں مندری ڈالی ہوئی، بڑی بڑی مونچھیں رکھی ہوئی۔ آج کس کو روکا جاتا ہے؟ جس کے ماتھے پہ محراب ہے، جس کے چہرے پہ داڑھی ہے، ٹخنوں سے اوپر شلوار پہنے ہوئے ہے۔ کیوں؟ یہ کون بناتا ہے؟ یہ ذہن سازی میڈیا کرتا ہے۔

دو بڑے ادارے ہیں، جب تک کوئی ریاست ان کو کنٹرول کر کے اپنے معاشرے کے لیے ان کو استعمال نہیں کرتی اس وقت تک اس معاشرے میں تبدیلی نہیں آ سکتی۔ ایک تعلیم اور دوسرا میڈیا۔ مجھے کسی نے کہا کہ ٹیکنالوجی آتی ہے تو اس کے ساتھ کلچر آتا ہے۔ میں نے کہا اس سے بڑا جھوٹ کوئی نہیں ہے۔ جاپان کا دعویٰ ہے کہ پاکستان کی کوئی جھونپڑی بھی ایسی نہیں ہے جس میں ہمارا ایک پروڈکٹ موجود نہیں ہے خواہ وہ SONY کی کیسٹ ہی کیوں نہ ہو۔ کتنے جاپانی ریسٹورنٹ کھل گئے ہیں پاکستان میں؟ کیا ہم نے جاپانیوں کی طرح التحیات کی شکل میں بیٹھ کر چائے پینا شروع کر دی ہے؟ جاپانی تو صوفوں پر بیٹھتے ہی نہیں ہیں، وہ تو بیڈروم میں پلنگ نہیں رکھتے۔ کیا ہم نے زمین پر سونا شروع کر دیا ہے؟۔ کلچر (CULTURE) میڈیا لے کر آتا ہے ٹیکنالوجی نہیں۔ حسینہ معین مہندی کا تہوار لے کر آتی ہے اور پھر ہم مہندی منانا شروع کر دیتے ہیں یہ میڈیا کے ذریعے ہوتا ہے۔ ہمیں اپنی TERMINOLOGY میں سوچنا پڑے گا اور TERMINOLOGY کی ایک چھوٹی سی مثال آپ کو دیتا ہے، آپ اور آپ کے چھوٹے بچے بھی بڑی آسانی سے ایک دوسرے کو I LOVE YOU کہہ دیتے ہیں۔ عورت بھی مرد کو کہہ

دیتی ہے۔لیکن اگر آج بھی کسی مرد یا عورت کو یہ کہنا پڑ جائے کہ میں تم سے عشق کرتا ہو یا کرتی ہوں تو اس کے ماتھے پہ پسینہ آ جائے گا، وہ شرم سے ڈوب مریں گے۔ یہ کلچر اور روایات کا جو تصور ہوتا ہے اس سے ہم غلام ہیں۔ جب تک ہم MUSLIM UMMAH اپنی روایت کے اندر اپنی TERMINOLOGY کے اندر اُٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا سوچنا نہیں شروع کریں گے ہم تبدیلی لا ہی نہیں سکتے اور یہ صرف اس وقت ہوتی ہے جب اوپر سے نفاذ ہو(لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّه یعنی دین قائم ہو)

آخر میں صرف ایک بات عرض کر کے اجازت چاہوں گا کہ ہماری ذمہ داری نہیں ہے کہ ہم نے انقلاب لا کر دینا ہے یہ پیغمبروں کی بھی ذمہ داری نہیں تھی لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِر ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا۔اللّٰہ جس کو ہدایت دینا چاہے گا وہ دے دے گا۔لیکن سوال ضرور ہوگا کہ تم نے کیا کیا اُس طاقت کا جو اللّٰہ نے تمہیں عطا کی تھی۔راحیل شریف سے اور نواز شریف سے سوال ضرور ہوگا کہ جب APS پر حملہ ہوا تھا تو تم نے ضرب عضب کھولی تھی جب اللّٰہ دین پر حملہ ہوا تھا تو۔۔۔تمہارے پاس جو طاقت ہے وہ میں نے دی تھی،تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ و تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزّ مَنْ تشاء و تُذِلّ منْ تَشَآء ۔ہم ہیں جس کو چاہتے ہیں بادشاہی دیتے ہیں اور جس سے چاہتے ہیں بادشاہی چھین لیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں عزت دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں ذلت دیتے ہیں۔ ہم پاکستان کی اکثریت شرک کرتی ہے، ہمارے سیاستدان بھی یہی کرتے ہیں۔حکومت کون دیتا ہے؟ امریکہ۔حکومت کون گراتا ہے؟ امریکہ۔ ہمارے ہاں تصور ہی نہیں ہے کہ اللّٰہ کسی کو حکومت دیتا ہے۔لیکن سوال ضرور ہوگا ان سے جن کو اقتدار دیا تھا۔الذین ان مکنّٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ و امروا بالمعروف و نھوا عن المنکر۔ برائی سے روکتے ہیں اور نیکی کا حکم دیتے ہیں......جتنی کسی کی استطاعت ہے جہاں جہاں پر اللّٰہ نے اس کو اختیار دیا ہوا ہے اگر اس نے اپنا فریضہ ادا نہیں کیا تو کل اللّٰہ کے ہاں جواب دہ ہوگا۔اللّٰہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ اس سرزمین پر موجود نسل کو بدل دے اور کوئی دوسری نسل آباد کر دے۔ وہ اس بات پر قادر ہے کہ ہمارے دلوں سے نفاق کو دور کر دے، وہ اس بات پر قادر ہے کہ یلبسکم شِيَعًا کے بجائے الّف بین

قُلُوبکم ہمارے دلوں کو آپس میں جوڑ دے۔لیکن دلوں کو جوڑنے کے لیے صفات وہی ہیں۔وہ جو سورۂ رعد کی مشہور آیت کا ایک ٹکڑا ہم پڑھتے ہیں جو ٹکڑا ہمیں بہت اچھا لگتا ہے کہ ان اللّٰہ لا یُغَیر مابقوم حتی یغیروا ما بانفسھم۔اس کے اوپر اور نیچے کوئی نہیں پڑھتا۔اس کے اوپر اور نیچے ہے کہ ایک وقت آئے گا ہم تمہارے آگے اور پیچھے فرشتے تمہاری نگہبانی کے لیے بھیجیں گے۔پھر جب تم پہ وہ توکل کا دور گزر جائے گا جب وہ توکل کی کیفیت نہیں رہے گی تو پھر یہ ہوگا کہ اگر تمہارا دل چاہے گا تو تمہاری حالت بدل دیں گے۔جیسے شاعر نے کہا ہے کہ

خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی

نہ ہو جس کو خیال اپنی حالت کے بدلنے کا

اور اس کے بعد ایک تیسری سٹیج آتی ہے جس میں دلوں کی یہ حالت ختم ہو جاتی ہے۔پھر اللّٰہ کہتا ہے کہ جب ہم فیصلہ کر دیتے ہیں فلا مردَّ له من اللّٰه ۔اس کے بعد کسی کا یار دوست بھی کوئی نہیں رہتا۔پھر بربادی کی کیفیت آجاتی ہے۔اللّٰہ تعالیٰ ہمیں اس کیفیت سے بچائے (آمین)۔اللّٰہ تعالیٰ ہمارے دلوں سے نفاق کو دور فرمائے (آمین)۔اللّٰہ تعالیٰ اس رات کے صدقے جس میں ہمیں پاکستان دیا ہے، اللّٰہ تعالیٰ سے کیا ہوا وعدہ وفا کرنے کی ہمیں بھی توفیق دے اور ہمارے حکمرانوں کو بھی توفیق دے (آمین)۔اِلٰہ العالمین، پروردگارِ عالم! اگر ہمارے ان حکمرانوں کے نصیب میں ہدایت نہیں ہے ہمیں ان سے نجات دے دے۔اللّٰہ تعالیٰ ان سے نجات دے دے۔ اللّٰہ تبارک وتعالیٰ ان سے نجات دے دے (آمین)۔اللّٰہ تعالیٰ! تیرے سیّدالانبیاء ﷺ نے فرمایا تھا کہ تو جن لوگوں سے خوش ہوتا ہے ان پر اچھے حکمران مسلط کر دیتا ہے جو ان پر انصاف کرتا ہے اور جن سے ناراض ہوتا ہے ان پر بدترین حکمران مسلط کر دیتا ہے جو کمینوں کو عزت دیتے اور شرفاء کو ذلیل کرتے ہیں۔ہمیں معلوم ہے کہ تو ہم سے ناراض ہے، اِلٰہ العالمین! اس رات کا صدقہ، اس میں نازل ہونے والے قرآن پاک کا صدقہ، ہم سے اپنی ناراضی کو دور کر دے اور ہم پر بہترین حکمران مسلط کر دے۔آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰه ربّ العالمين

اُمت کی عزت وافتخار کی بحالی کے لئے
عصرِ حاضر کا چیلنج

محمّد رشید عمر

حتمی سائنس علم الوحی کے اسرار ورموز تک رسائی کا نام ہے اور ٹیکنالوجی کی معراج قرآن وحدیث میں اعلائے کلمۃ اللہ اور فلاحِ انسانی کے لیے طے کردہ اہداف کا حصول ہے۔ اگر سائنس ذاتِ باری تعالیٰ پر ایمان کی رہنمائی نہیں کرتی اور ٹیکنالوجی کفروالحاد، فحاشی وعریانی اور ظلم و بربادی کے ہتھیار فراہم کرنے کا ذریعہ بنتی ہے تو پھر یہ سمجھ لینے میں ذرا بھی مشکل نہیں آنی چاہیے کہ یہ جو ہمارے سامنے ہو رہا ہے وہ سائنس اور ٹیکنالوجی کا غلط ہاتھوں میں غلط استعمال ہے جو شیطان کی قیادت میں اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی بھرپور کوشش ہے۔

سائنس کو معرفتِ ربّ کائنات، اور ٹیکنالوجی کو دینِ حق کی تقویت اور نظریۂ اسلام کی عمومی نشرواشاعت اور فروغِ قرآن وسنت کے لئے استعمال کرنا ہے تو پھر سائنس اور ٹیکنالوجی کی باگ ڈور اہل ایمان کو اپنے ہاتھوں میں لینا ہوگی۔ بدقسمتی سے تقریباً پچھلے تین سو سالوں سے اُمت مسلمہ کی توجہ جہادِ زندگانی کے اس اہم ترین شعبہ کی طرف مبذول نہیں ہوئی۔ بلکہ دنیاداری اور مادیت کے اتباع کے نام سے علماء دین اور اہل علم نے اسے ایک ایسے موذی مرض کا مقام دے دیا ہے جس کی وجہ سے دین سے رغبت رکھنے والی شخصیات ذرا بھی اس طرف متوجہ نہیں ہوتیں۔ اگر تلوارسازی اور نیزہ سازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرسایہ اعلیٰ ترین فریضۂ دین یعنی جہاد فی سبیل اللہ کی ادائیگی کے لئے ضروری تھا تو آج حربی صلاحیت میں کمال کے لئے ٹیکنالوجی میں ترقی کی

محنت قابل مذمت کیسے ہوسکتی ہے؟ مادی وسائل کو انسانی فلاح و بہبود کے لئے استعمال کرنا تعلیماتِ دینیہ کا نچوڑ ہے تو آج بیمار پرسی سے آگے بڑھ کر موذی امراض کے خاتمہ کے لئے ادویات کی ایجاد اور بہت ساری دوسری احتیاجاتِ انسانیہ کے لئے آسانیاں فراہم کرنے والی نئی ایجادات کی محنت کارِ عبث کیسے ہوسکتی ہے؟

اہل کفر کو حربی قوت میں کمال حاصل ہے۔ اُمتِ مسلمہ کی مثال ان کے سامنے تروتازہ سرسبز وشاداب چارے کے کھیت کی سی ہے۔ وہ چاہیں تو ایک ایک پودا اُچک لیں یا اپنی پسند کی جگہ سے چارے کا ایک پورا گٹھا کاٹ کر رکھ دیں۔ ابلاغیات میں اتنی دسترس حاصل کر چکے ہیں کہ دین وایمان کا دھیلا کرنے والے مناظر کی حرکی تصاویر دانش ورانِ اسلام، علوم دینیہ کے متخصّصین، مقامات مقدّسہ کے مجاورین اور خادمین کی جیبوں میں ڈال دی ہیں۔ وہ ناموسِ رسالت کا پردہ چاک کرنے کی ناپاک جسارتیں ہمیں دکھا دیتے ہیں اور ہم ان کے سامنے عاجز ہیں۔ وہ جب چاہیں اور جیسے چاہیں اسلام اور مسلمانوں کی تضحیک کریں اور کوئی ان کو جواب دینے والا نہیں۔ علومِ عقلیّہ کا دروازہ کھول کر باری تعالیٰ نے یہود ونصاریٰ پر اپنی حجّت تمام کر دی ہے۔ ان کی تاریخ کے آخری دور میں کونسی نعمت ہے جس سے اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں نہیں نوازا۔ ان کے اپنے ہاتھوں سے کی گئی ایجادات کے نتیجے میں قرآن وحدیث کی تعلیمات کا کونسا پہلو ہے جو ان کی نظروں سے اوجھل ہے۔

ترجمہ: ”عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق (عالم) میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کی اپنی ذات میں بھی یہاں تک کہ ان پر کھل جائے گا کہ حق یہی ہے۔ کیا آپ کے رب کا ہر چیز سے واقف وآگاہ ہونا کافی نہیں ہے۔“ (حم السجدہ:53)

جس طرح ماضی بعید میں اللّٰہ تعالیٰ نے ان اقوام کو نوازا لیکن انھوں نے بار بار کفرانِ نعمت کا جرم کیا اور بار بار ان پر اللّٰہ کے عذاب کا کوڑا برسا۔ اسی طرح بقول ان کے End of History پر کفرانِ نعمت کے باعث یہ آخری عذابِ استیصال کے مستحق ہو چکے ہیں۔ لیکن یہ عذاب کس کے ہاتھوں؟ حق کا جھنڈا تو اُمت مسلمہ کے ہاتھوں میں ہے۔ اُمت مسلمہ کو یہ حکم دیا گیا ہے!

1۔ ترجمہ: ”ان لوگوں سے لڑو جو اللّٰہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے۔ جو

اللہ اور رسول کی حرام کردہ شے کو حرام نہیں جانتے اور نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں، ان لوگوں میں سے جنہیں کتاب دی گئی ہے، یہاں تک ذلیل و خوار ہو کر اپنے ہاتھوں سے جزیہ ادا کریں''۔(توبہ:29)

2۔ ترجمہ:۔''ان سے تم جنگ کرو اللہ تعالیٰ انہیں تمہارے ہاتھوں عذاب دے گا۔ انہیں ذلیل و رسوا کرے گا۔تمہیں ان پر مدد دے گا اور مسلمانوں کے کلیجے ٹھنڈے کرے گا''۔(توبہ:14)

تحقیق و ایجاد کی جس پچ پر یہود و نصاریٰ کھیل کر یہ سب کچھ کر رہے ہیں ہم اس پچ پر آنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ہم آج بھی معجزوں کا انتظار کر رہے ہیں۔جبکہ یہود و نصاریٰ مادہ میں چھپی قوتوں کو بروئے کار لا کر، آئے دن دنیا کو معجزے دکھا کر عاجز کر رہے ہیں۔ہم بغیر کچھ کئے محض تمناؤں کے سہارے نزولِ ملائکہ، مہدی اور مسیح کی آمد کے منتظر ہیں۔جبکہ معجزات کے بارے میں باری تعالیٰ نے اپنے آخری نبی ﷺ سے فرما دیا تھا:

''اگر ان کا منہ پھیرنا تم پر شاق گزرتا ہے تو اگر تم سے ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ تلاش کر لو یا آسمان میں زینہ پھر ان کے لئے نشانی لے آؤ''۔(انعام:34)

اس دور میں یہود و نصاریٰ کو بے پناہ ضرب و حرب کی صلاحیت حاصل ہے، ذرائع ابلاغ ان کے کنٹرول میں ہیں، مسلمانوں پر ظلم و ستم اور کفر و الحاد کا طوفان برپا کیا ہوا ہے۔

فرض کیجیے آج ہم میں نبی اکرم ﷺ تشریف لے آئیں اور قرآن مجید کی درج ذیل آیات جو ان پر نازل ہوئیں وہ ان پر عمل پیرا ہونے کے لئے کیسے منصوبہ بندی کرتے؟

آیات یہ ہیں۔

1۔ ''اور ہم نے لوہا اتارا، جس میں بہت حربی قوت ہے اور لوگوں کے لئے اور بھی فائدے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ اس کی اور اس کے رسول کی مدد بے دیکھے کون کرتا ہے''۔ (حدید:25)

2۔ ''جن سے آپ نے عہد و پیمان کر لیا پھر بھی وہ اپنے عہد و پیمان کو توڑ دیتے ہیں اور بالکل نہیں ڈرتے (56) پس جب کبھی تو لڑائی میں ان پر غالب آ جائے تو انہیں ایسی مار مار کہ ان

کے پچھلے بھی بھاگ کھڑے ہوں۔ ہوسکتا ہے وہ عبرت حاصل کریں(57) اور اگر تجھے کسی قوم کی خیانت کا ڈر ہو تو برابری کی حالت میں ان کا عہد نامہ توڑ دے۔ اور اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا(58) کافر یہ خیال نہ کریں کہ وہ بھاگ نکلیں گے یقیناً وہ عاجز نہیں کر سکتے(59) تم ان کے مقابلے کے لیے اپنی طاقت بھر قوت کی تیاری کرو اور پلے ہوئے گھوڑے تیار رکھو کہ اس سے تم اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو خوف زدہ رکھ سکو اور ان کے سوا اوروں کو بھی جنہیں تم نہیں جانتے۔ اللہ انہیں خوب جان رہا ہے۔ جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تمہارا حق نہیں مارا جائے گا(60)......(انفال)

ان احکامِ خداوندی پر عمل کرنے کے لئے ٹیکنالوجی کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لینا، کیا اُمت مسلمہ کی ذِمہ داری نہیں ہے؟ علماء دین کی ذمہ داری کیا یہ نہیں ہے کہ وہ اس کے حصول کی اہمیت مسلمانوں کے سوادِ اعظم کے سامنے رکھیں۔ حکمت لقمانی کی روشنی میں دانش مسلم کو بروئے کار لانے کی ترغیب دیں۔ ٹیکنالوجی میں ترقی بلکہ یورپ سے آگے نکل جانے کے لیے تسخیر مادہ کی اہمیت اُجاگر کریں۔ علومِ عقلیہ کی حوصلہ افزائی کریں کہ دنیاوی تعلیم کے معلّمین اور متعلّمین کے دلوں کو ٹیکنالوجی کے حصول کے لئے رقیبانہ غیرت سے بھر دیں اور اس میدان میں مسلم سوادِ اعظم کو نظریے کی بنیاد پر عالم کفر سے برسرِ پیکار کر دیں۔ اس تصادم سے دینی تعلیم و تزکیہ کی اہمیت اُبھر کر سامنے آئے گی اور اللہ اور رسول کی پیروی باعث عزت و افتخار بن جائے گی۔ آج مدرسہ اور سکول میں جو مغائرت پیدا ہو چکی ہے وہ سرے سے پیدا ہی نہ ہوتی۔

فکر مغرب اور قوت کا غلبہ اس قدر ہمہ جہت ہے کہ عام آدمی تو کجا بڑے بڑے علمائے دین، دانش ورانِ اُمت اور اہل اقتدار بھی اس شعبے میں بالکل ہتھیار ڈالے پڑے ہیں لیکن مسائل ایسے نہیں ہیں کہ جن کا حل موجود نہ ہو۔ سیرتِ نبوی ﷺ میں ہجرت سے پہلے کی زندگی سے ہمیں اپنا لائحہ عمل تیار کرنے کے اشارے موجود ہیں۔

1۔ اپنے سائنس دانوں اور تحقیق کاروں کو اسلامی اخلاقیات کے زیور سے آراستہ کریں۔

2۔ ہمارے پاس بے شمار پہاڑی علاقے موجود ہیں جن میں زیرِ زمین خفیہ تجربہ گاہیں تعمیر کی جاسکتی ہیں۔

3۔ اہل ایمان کے جذبہ انفاق فی سبیل اللہ سے ایک بڑا فنڈ قائم کیا جا سکتا ہے جو پیسے کی ضرورت کو پورا کرسکتا ہے۔

4۔ تحقیق و ایجاد میں یہود و نصاریٰ کو شکست دینے کے لئے ہماری رہنمائی کے لئے ''ہمارے پاس دنیا کی بہترین کتاب (قرآن مجید) موجود ہے۔مگر علم کے حوالے سے ہم ساری دنیا سے پیچھے رہ گئے ہیں۔آج تمام ایجادات اور دریافتیں مسلمانوں کی بجائے دوسری قومیں کررہی ہیں۔ہماری کتاب کی ایک ایک آیت کے ترجمہ وتفسیر پر متعدد کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور ان کی تحقیق اور ریسرچ کے ذریعے نہ صرف دنیا بلکہ پوری کائنات میں انقلاب لایا جاسکتا ہے۔''

(اداریہ مقامی اخبار روزنامہ امن 17 جون 16ء)

5۔ مزید برآں فرشتوں کی مدد سے، الہام اور سچے خوابوں کی مدد سے نئے نئے تصورات ہمیں مل سکتے ہیں۔

مسلمانوں کے جن تحقیقی اداروں میں اخلاقیاتِ اسلامی پر عمل نہیں ہوتا وہاں سے سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی کی امید نہیں کی جاسکتی۔فسق و فجور اور قرآن وسنت سے دوری تو ان اداروں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مستحق بنارہی ہے۔اگر ہم ان اداروں سے واقعی یہ چاہتے ہیں کہ وہ ہمیں ٹیکنالوجی کی دوڑ میں جیتنے والے بنادیں تو ضروری ہے کہ ان اداروں میں کام کرنے والے اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے صحیح صحیح مخلص اور وفادار بن جائیں تبھی اللہ کی مدد کا وعدہ پورا ہوگا اور تب ہی اُمت کی تضحیک کو اُمت کی بالادستی اور عزت وافتخار میں بدلا جاسکتا ہے۔

حج وعمرہ کی فضیلت

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: اَلْعُمْرَةُ اِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا، وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةُ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک عمرہ دوسرے عمرے تک درمیان (کی خطاؤں) کے لیے کفارہ ہے اور **حج مبرور (یعنی مقبول حج) کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں**۔ (متفق علیہ، عن ابی ہریرہؓ)

خلافتِ الٰہیہ

(سیرۃ امام المرسلین ﷺ: دوسرا باب)

ساجد محمود مسلم

یہ نیلا سیارہ جسے ہم زمین کہتے ہیں، ربّ ذوالجلال والاکرام کے لافانی کلمۂ کُنۡ سے آج سے اربوں سال پہلے وجود میں آیا۔ ربّ کریم نے زمین کی کمیّت و حجم، کثافت و صلابت اور نظامِ شمسی میں اس کے مقام و مدار وغیرہ کی قدریں نہایت حکمت کے ساتھ پیدا فرمائیں۔ ربّ ذوالجلال کے حکم سے کرۂ ارض پر حیاتِ ارضی کی وہ تمام اقسام وجود میں آئیں جن سے ہم آشنا ہیں۔ حیاتِ ارضی کی یہ ساری بوقلمونیاں و نیرنگیاں درحقیقت ایک بےنظیر مخلوق کے استقبال کے لیے پیدا کی گئی تھیں۔ وہ لاثانی مخلوق جس کے لیے زمین کی ساری نعمتیں پیدا کی گئی ہیں حضرت انسان ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت انسان کی تخلیق سے پہلے نہایت اہتمام کے ساتھ اپنی مقرب مخلوق ملائکہ کے سامنے اعلان فرمایا کہ وہ زمین پر اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہے اور اس مقصد کے لیے وہ مٹی سے بشر (انسان) بنانے والا ہے جس میں وہ اپنی قدرت سے رُوحِ حیات پھونکے گا، پس جب وہ بشر کامل بن جائے تو سب ملائکہ اس کے سامنے تعظیماً جھک جائیں۔ قرآن حکیم میں اس عظیم واقعہ کا تذکرہ ان الفاظ میں وارد ہوا ہے:

وَ اِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓـئِكَةِ اِنِّىۡ جَاعِلٌ فِى الۡاَرۡضِ خَلِيۡفَةً (البقرہ:30)

”اور جب آپ کے ربّ نے ملائکہ سے کہا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں“

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ O فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَO (صٓ:72-71)

''جب آپ کے ربّ نے ملائکہ سے کہا کہ میں مٹی سے بشر پیدا کرنے والا ہوں۔ پس جب میں اسے پورا بنا چکوں اور اس میں (اپنی طرف سے) روح پھونک دوں تو تم اس کے روبرو سجدہ میں جھک جانا''

ملائکہ نے جب یہ سنا کہ ربّ ذوالجلال زمین پر اپنا خلیفہ بنانے کے لیے ایک نئی مخلوق بنانے کا ارادہ رکھتا ہے تو ان کے جی میں یہ اُمنگ پیدا ہوئی کہ کاش انھیں یہ اعزازِ خلافت حاصل ہو جائے۔ چنانچہ انھوں نے دبے لفظوں میں اپنی اس اُمنگ کا اظہار اپنے پروردگار کے سامنے کر دیا۔

قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ O (البقرہ:30)

''وہ (ملائکہ) بولے کیا تو ایسے شخص کو (خلیفہ) بنانے والا ہے جو اس میں فساد برپا کرے گا اور خون بہائے گا۔ درآں حال یہ کہ ہم تیری حمد وثنا کرتے رہتے ہیں اور تیری خوبیاں بیان کرتے رہتے ہیں۔ (اللّٰہ نے) فرمایا: یقیناً میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔''

حضرت انسان کی تخلیق سے پہلے جنات زمین پر آباد تھے اور ان کے قبائل میں باہم جنگ و جدال اور فسق وفساد عام تھا۔ چنانچہ ملائکہ نے جنات پر قیاس کرتے ہوئے گمان کیا کہ یہ بشر نامی نئی مخلوق بھی زمین میں فساد ہی مچائے گی۔ نیز ملائکہ نے خود کو خلافت کا بہتر امیدوار ثابت کرنے کے لیے یہ دلیل دی کہ وہ پُرامن اور ربّ ذوالجلال کی ثناء وعبادت کرنے والے ہیں۔ مگر اللّٰہ تعالیٰ نے ان کی یہ تمنا و دلیل ردّ کرتے ہوئے فرمایا کہ جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ مذکورہ بالا آیات میں خلیفہ و بشر سے مراد شخص معین سیّدنا ابوالبشر آدم علیہ السلام ہیں، جیسا کہ بعض قرآنی آیات میں بھی اشارات ملتے ہیں۔ سورۃ البقرہ کی مذکورہ آیات سے متصل بعد سیّدنا آدم علیہ السلام کے نام کی صراحت بھی کر دی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْبِئُوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ O (البقرہ:31)

''اوراس (اللّٰہ) نے آدم (علیہ السلام) کوتمام اشیاء کے نام سکھا دیے، پھرانھیں ملائکہ کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ مجھے ان اشیاء کے نام بتلاؤ اگر تم (بہتر امیدوار خلافت ہونے کے دعویٰ میں) سچے ہو۔''

امام عبدالرحمٰن ابن الجوزی الحنبلیؒ فرماتے ہیں:

انہ خلیفة عن اللّٰہ تعالیٰ فی اقامة شرعه ، و دلائل توحیده، و والحکم فی خلقه، و هذا قول ابن مسعود و مجاهد (1)

''(سیّدنا آدم علیہ السلام کوخلیفہ بنانے سے مراد یہ ہے کہ) وہ اللّٰہ تعالیٰ کا قانون قائم کرنے ،اس کی توحید کے دلائل واضح کرنے اور مخلوق میں اس کا حکم نافذ کرنے کے لئے اللّٰہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔سیّدنا عبداللّٰہ بن مسعودؓ اور امام مجاہدؒ کا یہی قول ہے''

امام عبداللّٰہ بن عمر الشیر ازی البیضاوی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (م685ھ) فرماتے ہیں:

والمراد به آدم و كذلك كل نبی استخلفهم اللّٰه فی عمارة الأرض وسیاسة الناس وتكمیل نفوسهم وتنفیذ أمره فیهم (2)

''یہاں خلیفہ سے مراد آدم علیہ السلام ہیں اور اسی طرح ہر نبی بھی۔اللّٰہ تعالیٰ نے ان (انبیاء علیہم السلام) کو زمین کی آبادکاری، لوگوں کی سیاست وسیادت، ان کے نفوس کی تکمیل اور ان میں حکم الٰہی جاری کرنے کے لیے اپنا خلیفہ بنایا ہے''

خلیفہ کا لغوی مطلب نائب اور جانشین کا ہے جو انسانوں میں عموماً کسی کی غیر موجودگی یا موت کی صورت میں مقرر کیا جاتا ہے۔اللّٰہ تعالیٰ اپنے علم وقدرت کے لحاظ سے ہر لمحہ ہر جگہ حاضر ہے، کہیں سے غائب نہیں۔اسی طرح وہ الحی القیوم ہے جسے موت تو دور کی بات ہے اونگھ بھی نہیں آسکتی۔لہٰذا سیّدنا آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء (معاذاللّٰہ) مذکورہ معنی میں خلیفہ نہیں بلکہ وہ اللّٰہ کی جانب سے مقرر کئے گئے نمائندے ہیں، جن کا وظیفہ زمین میں احکام الٰہی کا نفاذ ہے۔گویا یہاں لفظ خلیفہ نیابت کے لیے نہیں بلکہ اضافت کے لیے ہے۔جیسا کہ درج ذیل حدیث سے اشارہ ملتا

ہے، سیّدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنْ كَانَ لِلّٰهِ خَلِيفَةٌ فِي الْأَرْضِ فَضَرَبَ ظَهْرَكَ، وَأَخَذَ مَالَكَ، فَأَطِعْه (3)

''اگر زمین میں اللہ کا خلیفہ ہو جو تمہاری پیٹھ پر کوڑے برساتا ہو اور تمہارا مال بھی چھین لیتا ہو، پھر بھی اس کی اطاعت جاری رکھو۔''

ان تصریحات سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کو زمین میں خلافت عطا کی ہے تاکہ وہ زمین میں اللہ کے احکام نافذ کرے جیسے کہ آسمان میں اللہ ہی کا حکم نافذ ہوتا ہے۔ جس طرح آسمان میں اللہ کے احکام کے سوا کسی دوسری ہستی کا حکم نہیں چلتا اسی طرح زمین میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کا حکم نہیں چل سکتا۔ جس طرح آسمان میں حکم الٰہی میں کوئی شریک نہیں، اسی طرح زمین میں بھی کسی فرد بشر کا حکومت الٰہیہ میں کوئی ساجھا نہیں۔ ہر فردِ بشر محکومِ خدا ہے، لہٰذا ہر فرد کو خدا کی حکم برداری اور غلامی میں ساری زندگی بشر کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے جنسِ بشر کو اپنی خلافت کا اعزاز اسی لیے عطا کیا ہے کہ سب انسان صرف اور صرف خدا کا حکم مانیں اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں۔

خلافتِ الٰہیہ کا لازمی تقاضہ و نتیجہ یہ ہے کہ انسان کو اپنے جیسے انسانوں کی غلامی سے نجات دلا کر خالق کائنات کی غلامی پر آمادہ کیا جائے۔ انسان کو اپنے ہم جنسوں کے ظلم و جبر اور استحصال سے آزاد کر کے اجتماعی نظامِ عدل کا کارآمد جزو بنایا جائے۔ غرض خلافتِ الٰہیہ عدل و انصاف اور اعلیٰ معاشرتی اقدار مثلاً مساوات، اخوت، ایثار اور احسان کے فروغ اور ناانصافی، ذات پات کی تقسیم، نسلی تفاخر، قبائلی عصبیت، طبقاتی تناؤ، معاشرتی جرائم اور اخلاقی رذائل کی جڑ کاٹ دیتی ہے۔

جس طرح ہر حکومت و مملکت کا قاعدہ ہے کہ اگر لوگ حکومت کے خلاف بغاوت کریں تو انھیں بزورِ قوت اطاعت پر مجبور کیا جاتا ہے، بصورت دیگر اس مملکت میں زندہ رہنے کا حق ان سے چھین لیا جاتا ہے۔ اسی طرح خلافتِ الٰہیہ میں علانیہ بغاوت کی سزا موت ہے۔

اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کہلانے کے اصل مستحق انبیاء علیہم السلام ہیں، جنھوں نے زمین میں خلافتِ الٰہیہ قائم کرنے یا قائم رکھنے کے لیے اپنی جان کی بازی تک لگا دی۔ کتنے انبیاء علیہم السلام ہیں

جن کو محض اس لیے قتل کر دیا گیا کہ وہ دین الٰہی اور خلافتِ الٰہیہ کی بات کرتے ہیں۔ نمرود نے سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو خلافتِ الٰہیہ کی آواز بلند کرنے پر آگ میں جھونک دیا۔ فرعون نے سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعوتِ توحید الٰہی اور خلافتِ الٰہیہ کا نام لینے پر کیا کیا نہ کیا؟ پہلے سارے ملک کے جادوگروں کو مقابلے پر لے آیا اور پھر سارے لاؤ لشکر کے ساتھ مقابلے کے لیے نکل کھڑا ہوا، آخر حکم الٰہی سے غرقِ آب ہوا۔ سیّدنا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام نے خلافتِ الٰہیہ کی بات کی تو ظالم بادشاہ نے صلیب پر چڑھانے کا حکم صادر کیا۔ یہ الگ بات کہ وہ اپنی اس سازش میں کامیاب نہ ہو سکا اور اللہ تعالیٰ نے سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا۔

خلافتِ الٰہیہ کا جو سلسلہ انبیاء علیہم السلام کی شکل میں جناب آدم علیہ السلام سے شروع ہوا بالآخر نبی آخر الزماں سیّدنا محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر آ کر اپنے کمال کو پہنچ گیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم محض داعی الی اللہ ہی نہ تھے بلکہ والیٔ عرب وعجم، قاضی القضاۃ اور امیر العساکر بھی تھے۔ آپ نے جب مکہ میں آنکھ کھولی تو آپ ایک یتیم تھے اور جب تریسٹھ سال بعد مدینہ میں داعی اجل کو لبیک کہا تو آپ کی بھیجی ہوئی فوجیں سینکڑوں میل دور قیصر روم کے محل پر کمندیں ڈالنے کے لیے تیار کھڑی تھیں۔ عرب کی وہ سرزمین جہاں اکیلے سفر کرنا اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا، جہاں رہزنوں اور قاتلوں کا راج تھا، جہاں کوئی دن ایسا نہ گزرتا تھا کہ جب مخالف قبائل کی تلواریں آپس میں نہ ٹکرائی ہوں۔ غرض عرب صحرا کی پیاس انسانوں کے خون سے بجھتی تھی، امن وسکون کا سورج سینکڑوں سالوں سے زیرِ افق تھا اور ظلم وستم، ناانصافی کا اندھیرا سارے عرب پر چھایا ہوا تھا۔ اسی سرزمین پر جب نورِ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کرنیں جلوہ گر ہوئیں اور امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے سرفراز ہو کر خلافت الٰہیہ کی بنیاد ڈالی تو ظلم وستم کے اندھیرے کافور ہو گئے۔ عداوت کی جگہ اخوت، خودغرضی کی جگہ ایثار اور بے رحمی کی جگہ احسان کا چرچا ہوا۔ جرائم کا بے انت سلسلہ آخر اختتام پذیر ہوا اور امن وسلامتی کے پھریرے ہر سمت لہرانے لگے۔

امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے تربیت یافتہ نفوسِ قدسیہ یعنی خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے اپنے آقائے نامدار کا لایا ہوا پیامِ امن وسلامتی دنیا کے کونے کونے تک پہنچا دیا۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت الٰہیہ کا مقصد وحید یہی تھا کہ ظلم وستم کی چکی میں پسنے

والے عوام کو بادشاہوں کے ظلم وستم سے بچا کر امن وترقی کی راہ پر ڈال دیں اور انھیں اپنے جیسے بندوں کی بندگی سے نجات دلا کر رب کائنات کا سچا بندہ بنا دیا جائے۔ اس زمانے میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سبک رفتار فتوحات کے پیچھے اسلام کے پیامِ امن وسلامتی کا پرچم کارفرما تھا جسے تھامنے کے لیے ہر ملک کے مقہور ومجبور عوام لپک کر آگے بڑھے اور انھوں نے اپنے بادشاہوں کے ظالمانہ نظام کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالا۔ اس طرح انسانیت کی رگِ جاں ظلم وفساد کے خون آشام پنجوں سے آزاد ہوئی اور دکھی انسانوں نے سکھ کا سانس لیا۔

خلافت الٰہیہ کی وہ داستان جو سیّدنا آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی، اس کا آخری باب سیرت امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے عبارت ہے۔ یہ باب ہزاروں سالوں پر محیط پچھلی طویل داستان کا خلاصہ ونچوڑ ہی نہیں بلکہ اس کا نکتۂ عروج بھی ہے۔ اگر ہم خلافت الٰہیہ کی اجمل واکمل صورت دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے سیرت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔ وہ طویل داستان جسے لوگ بھلا چکے ہیں، سیرت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اس کا تازہ ترین نقش ہے، جسے ذہن انسانی سے کسی طرح بھی محو نہیں کیا جا سکتا۔

امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت الٰہیہ کی تکمیل مقدار (QUANTITY) اور اوصاف (QUALITY) دونوں سطح پر کرنے کا عظیم کارنامہ سرانجام دیا۔ سابقہ انبیاء علیہم السلام نے خلافت الٰہیہ کی جو نوعیت قائم کر کے دکھائی وہ محدود جغرافیائی حالات اور کسی مخصوص قومی مزاج سے مطابقت رکھتی تھی۔ لہٰذا اس محدود خلافت کے لیے ایسے قوانین وضع کیے جاتے تھے جو متعلقہ وطن وقوم کے لیے مناسبت رکھتے ہوں۔ اس کے برعکس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خلافت الٰہیہ قائم کر کے دکھائی وہ زمان ومکاں اور قوم ووطن کی حدود وقیود سے ماوراء ہے۔ محمدی خلافت ایسی عالمگیر خلافت ہے جس میں انسانیت کے مجموعی ونوعی خواص اور اقوام ومزاج کی رعایت برتی گئی ہے۔ یہی سبب ہے کہ محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو قوانین عطا کیے ہیں وہ معتدل حد تک لچکدار اور ہر زمانے اور ہر مقام پر قابل عمل اور قابل نفاذ ہیں۔ خلیفہ ولید بن عبد الملک رحمۃ اللہ علیہ (668-715ء) کے زمانے میں خلافت کی حدود الہند سے مراکش تک اور الجیریا سے فرانس تک وسیع ہو چکی تھیں اور اس وسیع سلطنت میں یکساں اسلامی قوانین رائج تھے۔ ایشیا، افریقہ اور یورپ کی متنوع اقوام خلافت کے

جھنڈے تلے اسلام کی برکات سے بہرہ ور تھیں اور ترقی یافتہ وخوشحال زندگی گزار رہی تھیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ چشم فلک نے اتنی وسیع سلطنت کبھی نہیں دیکھی۔ مغربی دنیا اسکندر اعظم کو عظیم ترین فاتح مانتی ہے، مگر اسکندر کی سلطنت بھی خلیفہ ولید رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت کے مقابلے میں ہیچ تھی، نہ صرف رقبے کے اعتبار سے بلکہ اپنے نظام اور قوانین کے اعتبار سے بھی۔ اسکندر کی حکومت ایک ظالم وجابر حکومت تھی جبکہ خلیفہ ولید رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت اسلام کے عادلانہ نظام پر قائم تھی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خلافت کیسے قائم کی؟ انھیں اور ان کے ساتھیوں کو یہ خلافت قائم کرنے کے لیے کن مراحل سے گزرنا پڑا؟ انھیں آگ وخون کے کتنے سمندر پار کرنا پڑے؟ اور آخر خلافتِ الٰہیہ کا پرچم کیسے سربلند ہوا؟ ان سوالات کے مفصل جوابات آئندہ ابواب کا موضوع ہیں۔

حواشی

(1) تفسیر زادالمسیر، ج۱،ص۶۰

(2) تفسیر البیضاوی، ج۱،ص۶۸

(3) سنن ابی داؤد: رقم الحدیث ۴۲۴۴

پاک سرزمین ـــــــ ایک منفرد خطۂ زمین

انجینئر مختار فاروقی

1437ء کے حج کا موقع ہے۔ جو حضرات اس سعادت سے فیض یاب ہو چکے ہیں ان کے بالعموم اور جو خوش نصیب اس سال یہ سعادت حاصل کر رہے ہیں ان کے لیے بالخصوص ذیل کی معلومات ایک نوید جانفزاء سے کم نہیں ہیں۔ غور کریں، تصوّر میں لائیں اور ساری زندگی لُطف اندوز ہوں۔

یروشلم کی وادیٔ قدس کی طرح سرزمینِ حجاز کی وادیٔ فاران اور وادیٔ بطحا کے پہاڑ اور ریگ زار اپنے اندر اہل حق کی لازوال داستانوں کے بے شمار انمٹ نقوش رکھتے ہیں۔ اُمت مسلمہ کا ہر فرد مکہ کی اس وادی کے بارے میں اپنے دل و دماغ میں کئی ''تاج محل'' سجائے رکھتا ہے اور مکہ حاضری کو ہر مسلمان باعث سعادتِ دارین سمجھتا ہے اور ـــــ بجا طور پر یہ بات باعث فخر و مباہات ہے۔

آج سے ایک صدی پہلے تک دور دراز علاقوں سے مکہ جانا اور حج و عمرہ کی سعادت حاصل کرنا ایک جان جوکھوں کا کام تھا اور جو انسان اس راہ پر نکلتا تھا اس کا اس بابرکت سفر سے واپس گھر صحیح سلامت پہنچ جانا اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہوتا تھا۔ فاصلے زیادہ، ذرائع آمد و رفت محدود، راستے پُر خار و پُر پیچ اور ملکی و سیاسی حالات میں جنگ و امن کی کیفیت بہت غیر یقینی ہوتی تھی۔

تاہم ـــــ اب گزشتہ تین چار دہائیوں سے سفر بہت آرام دہ ہو گیا ہے۔ اور ہوائی سفر

نے تو وقت کو بہت ہی کم کر دیا ہے اور سہولتوں میں بے پناہ اضافہ کر دیا ہے۔ مزید برآں ــــــ گھر سے نکل کر حرم پہنچ جانا اور وہاں کی برکتوں کے ساتھ ساتھ ان گنت نعمتوں سے فائدہ اٹھانا اب ہر آسودہ حال مسلمان کے لئے ممکن بھی ہو گیا ہے۔

مکہ جا کر ـــــ پھر مدینۃ النبی ﷺ میں مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی زیارت اور منبر رسول ﷺ اور آپ کی قبر کے درمیان ''جنت'' کے ٹکڑے میں وقت گذارنا کسی بھی بڑی سے بڑی ممکنہ دنیاوی نعمت سے بڑی نعمت وسعادت ہوتی ہے۔

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُوْلِكَ وَ صَلِّ
عَلَی الْمؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ

بقولِ شاعر

ادب گاہیست زیر سماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا

حج اور عمرہ کی سعادت حاصل کرنے والے جانتے ہیں کہ بیت اللہ شریف کی زیارت اور طواف کتنی بڑی سعادت ہے اور اس سے ہر انسان کو کتنا سکون میسر آتا ہے زمین کے اس ٹکڑے پر قدم قدم پر ان گنت یادگاریں اور قابل غور'' آیات الٰہی'' ہیں جن پر انسان کو توجہ ہو جائے تو لازماً غور و فکر کرنا چاہیے۔

بیت اللہ شریف کی وہ دیوار جو'حجر اسود' والے کونے سے شروع ہو کر رکن عراقی تک جاتی ہے اور جس طرف بیت اللہ شریف کا دروازہ بھی ہے وہ پوری دیوار ''مُلتزَم'' کہلاتی ہے۔ اور رسالت مآب حضرت محمد ﷺ نے اس کی بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے اور یہاں چمٹ چمٹ کر دُعائیں کرنا ہر مسلمان کی خواہش اور کوشش ہوتی ہے اور یہاں دُعائیں قبول ہوتی ہیں اگرچہ ان دُعائیں کی قبولیت کے لئے بھی کچھ شرائط ہیں جن میں اکل حلال سب سے اول اور بڑی شرط ہے تاہم مجموعی طور پر ملتزم قبولیت دُعا کا مقام ہے اسی کے قریب مقام ابراہیم علیہ السلام ہے اور چاہ زمزم کی جگہ ہے اگرچہ اب چاہ زمزم UNDER GROUND ہے اور کچھ فاصلے پر موجود راستے کے ذریعے وہاں تک ہر شخص جا سکتا ہے۔

اس ملتزم کے سامنے والا سارا علاقہ بہت اہم اور خوش قسمت ہے۔

نیز بیت اللہ شریف پوری دنیا کے مسلمانوں کا قبلہ ہے اور ہر چہار طرف سے اس کی طرف منہ کر کے نمازیں ادا کی جا رہی ہیں۔ نقشہ کے اعتبار سے بیت اللہ شریف کے مشرق، مغرب، شمال اور جنوب میں جو اہم بابرکت شعائر آتے ہیں وہ کچھ اس طرح ہیں۔

شمال مشرق: مقام ابراہیم، چاہ زمزم، کعبہ کا دروازہ، ملتزم۔ مشرق: حجر اسود، کوہ صفا

شمال مغرب: حطیم جنوب: رکن یمانی اور عین شمال کی طرف رکن عراقی ہے

کعبہ کے حجر اسود والے کونے سے مشرق کی طرف کوہ صفا ہے جہاں سے 'سعی' شروع کی جاتی ہے اور ایک خاص لکیر سے طواف کا آغاز اور اختتام ہوتا ہے۔

بات مکۃ المکرّمہ کی ہو یا مدینۃ المنوّرہ کی، جو شخص ایک دفعہ وہاں سے ہو آیا ہے وہاں کے حالات کا تذکرہ کرنے سے اس کا دل مچل جاتا ہے اور اکثر بے تاب ہو کر انسان کے آنسو نکل آتے ہیں اور وہاں گزارے ہوئے یادگار لمحات انسان کو حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ

مشرف گرچہ شد جامی ز لطفش

خدایا ایں کرم بار دگر کُن

تصوّرات کی دنیا میں سہی، دامن کھینچ کر وہاں پہنچا دیتے ہیں ایسے قارئین یقیناً ان سطور کو پڑھتے ہوئے یہی محسوس کر رہے ہوں گے۔

بات ہو رہی تھی ـــــ بیت اللہ شریف کی اس مبارک دیوار کی جس کو "ملتزَم" کہا جاتا ہے اور جو کعبۃ اللہ کے اطراف میں سے سب سے بابرکت متصوّر ہوتی ہے۔

دنیا اسلام کے وہ علاقے جو ملتزم کی طرف ہیں اور جب نماز میں قبلہ رو ہوتے ہیں تو وہاں کے مسلمان شعوری یا غیر شعوری طور پر ملتزم کے سامنے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ "دل زندہ" اور "دل بینا" عطا کرے تو اس سعادت بھری نمازوں اور دُعاؤں کے کیا کہنے ـــــ بڑے خوش نصیب ہیں وہ لوگ۔ ع یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

مدینۃ النبی علیہ السلام اسی ملتزم والی طرف ہے جبکہ جنوبی ایشیا کا مسلم اکثریت کا وہ علاقہ جو 1258ء میں عربوں کے زوال کے زمانے میں عملاً اسلام کے دامن میں آیا جسے آج ہم پاکستان

مضمون کی وضاحت کے لیے بیت اللہ شریف کی تصاویر اور نقشہ

1۔ بیت اللہ کی ملتزم کی طرف والی دیوار
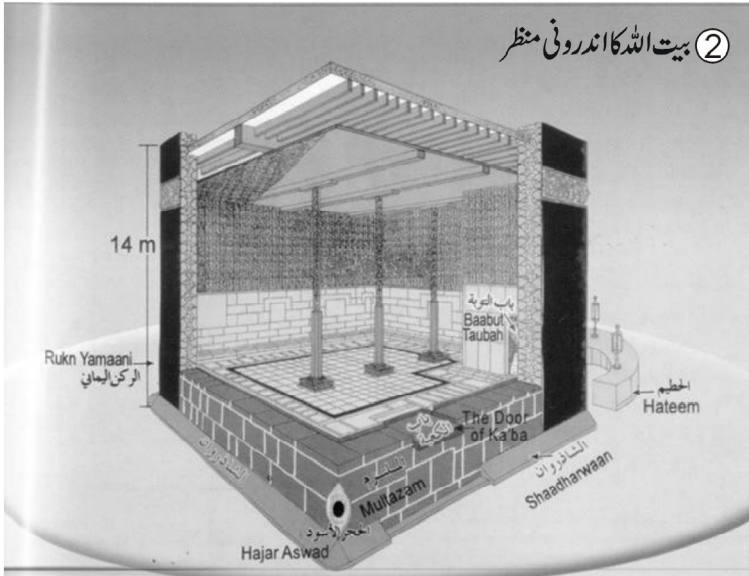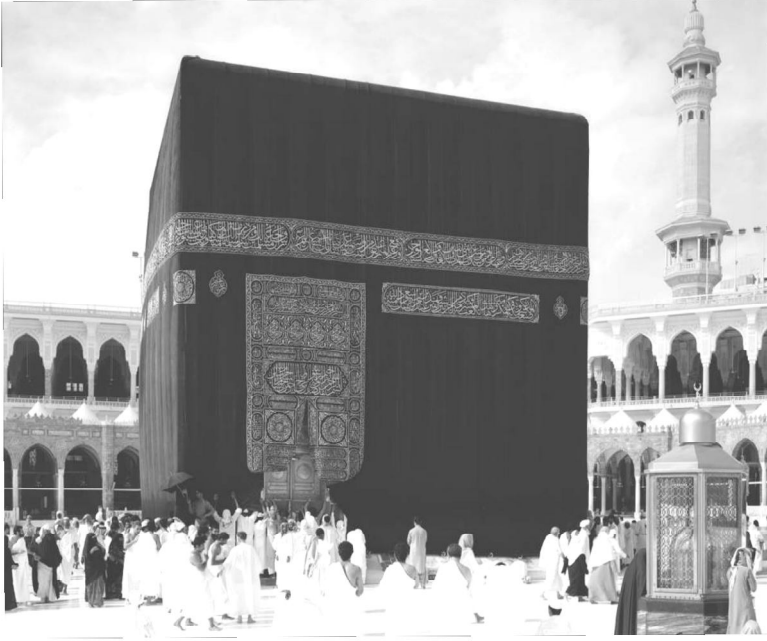
3۔ دنیا کے نقشے میں ملتزم کے طرف واقع ممالک
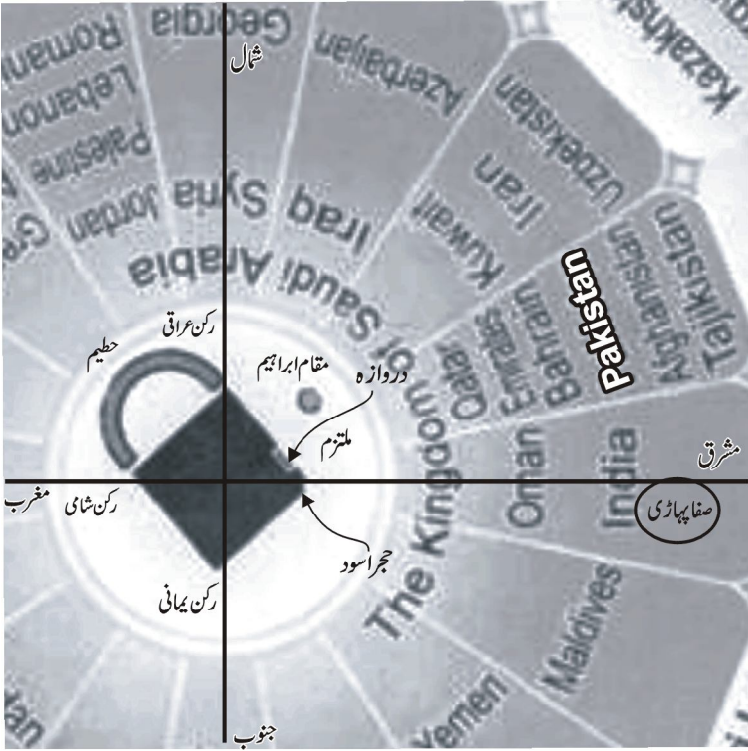
کے نام سے جانتے ہیں یہ علاقہ بشمول شمالی علاقہ جات اور افغانستان کے اسی ملتزم والی طرف واقع ہے۔ پاکستان کا وسطی علاقہ تو عین کعبے کے دروازے کے سامنے واقع ہوا ہے یہاں کے لوگ جب نماز میں سجدہ ریز ہوتے ہیں تو عین کعبے کے دروازے کے سامنے سر رکھتے ہیں۔ اس پاک سر زمین کی یہ خوش بختی اور مسلمانانِ پاکستان کی بلند نصیبی ایسی سعادت ہے کہ جس میں یورپ و امریکہ اور افریقہ کے مسلمان شریک و سہیم نہیں ہو سکتے۔ یقیناً ع ایں سعادت بزور باز و نیست اس سعادت اور بے منّت عطا کا تقاضا یہ ہے کہ ہم نماز میں محسوس کریں کہ ہم عین کعبہ کے دروازہ کے سامنے کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور ہم ملتزم میں ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہیں۔

آج اس سر زمین کا کیا حال ہے؟ عالمی سازشوں کے نرغے میں ہے دشمن ہمارے علاقوں پر بمباری کر رہے ہیں۔ ہم خود دین محمدی سے دور سودی معیشت، جاگیرداری اور بے حیائی

واباحیت پرستی کا شکار ہیں۔ اس سعادت کی بنا پر عملاً ہم پر واجب ہے کہ ہم کھڑے ہو جائیں اور یہود و ہنود کی سازشوں کے خلاف ڈٹ جائیں اور ہمت کر کے پاکستان کو اسلام کا قلعہ اور گہوارہ بنا دیں اور اسلام دشمن قوتوں سے اس سرزمین کو پاک کرنے کا عہد کریں اور اس کے لئے اپنا سب کچھ لٹانے کا عزمِ مصمم کر لیں تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اپنی نگاہِ لطف و کرم ہماری طرف کر دے۔

چمن کے مالی اگر بنا لیں موافق اپنا شعار اب بھی
چمن میں آسکتی ہے پلٹ کر چمن سے روٹھی بہار اب بھی

اسلام کے ابتدائی عروج کے دور میں مدینۃ النبی کے بعد عراق، ایران، افغانستان اس ملتزم والی طرف واقع ہونے والے ممالک ہیں۔ جبکہ ــــــ عربوں کے زوال 1258ء کے بعد جو علاقے مستقل طور پر اسلام کے زیر حکومت آئے ان میں پاکستان، مسلم انڈیا کا شمالی حصہ اور روسی ریاستیں وغیرہ شامل ہیں۔ ان سب علاقوں میں پاکستان اپنی تاریخ، جغرافیہ، دوقومی نظریہ کی جدوجہد اور قائداعظم محمد علی جناح، علامہ اقبال، مولانا ابوالکلام، سیّد ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا محمود الحسن دیوبندی، شہدائے بالاکوٹ، شاہ ولی اللہ، شیخ عبدالحق اور شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کی محنتوں کی امین سرزمین ہونے کے ناطے اہم بھی ہے اور اسلام کے نام پر بننے والے ملک کے لحاظ سے منفرد بھی کہ یہ منفرد ملک عین ملتزم کے سامنے 'حجراسود والے کونے اور دروازے' تک کے عین سامنے واقع ہے۔

پاکستان کا یہ خطہ زمین جسے بے پناہ قربانیوں کے بعد حاصل کیا گیا تھا اللہ نے اس کا محلِ وقوع بڑا منفرد اور بابرکت بنایا ہے اور دنیا جانتی اور مانتی ہے کہ اسلام کے نفاذ کے امکانات کے حوالے سے پاکستان کا ہی علاقہ دنیا بھر کے ممالک میں سرفہرست ہے۔ کاش مسلمانانِ پاکستان اپنی قسمت کی اس بلندی کے باعث اپنے دینی تقاضے ادا کرنے میں بھی سرفہرست ہو جائیں! تو کیا کہنے۔

اس سعادت اور نعمت غیر مترقّبہ پر آپ جتنا غور کریں گے آپ پر اللہ تعالیٰ کے احسانات اور انعامات کی قدر و قیمت کھلتی چلی جائے گی اور آپ کا دل اللہ کے احسانات کے احساس سے نرم ہو جائے گا اور اللہ کا بندہ اور سیّدنا محمد ﷺ کا غلام بن کر زندگی بسر کرنے کا جذبہ پیدا ہوگا۔

آئندہ اپنی نمازوں میں ذرا چشم تصوّر سے محسوس کیجیے کہ میں عین کعبے کے دروازے کے سامنے سجدہ ریز ہوں، دل پر خاص انوار کا نزول ہوگا ان شاءاللہ۔ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کی معراج یہ تھی کہ آپ عرش تک پہنچے۔ یعنی ؎

زیں کہکشاں تا لامکاں   بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ

اور ـــــ ہم عاصیوں کی معراج یہ ہے کہ ہم اپنی نمازوں میں (مشہور قول ہے: الصلاۃ معراج المؤمنین) اپنے آپ کو اللہ کے گھر (بیت اللہ) کی چوکھٹ پر سربسجود پائیں۔ مسلمانانِ پاکستان کی ہر نماز گویا ملتزم کی حاضری کے مصداق ہے۔ کاش اہل نظر اور اہل دل اس کو محسوس کر سکیں۔

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

آہ! (مقبوضہ) حیدرآباد (دکن)

انجینئر مختار فاروقی

دسمبر 2008ء میں بھارت کے شہر ممبئی کے ایک ہوٹل میں بم دھماکے ہوئے تھے اور اس واقعہ کے مبینہ ملزمان نے اپنے مطالبات میں حیدرآباد دکن (بھارت) کی آزادی کا بھی مطالبہ کیا تھا۔ یہ حیدرآباد (دکن) برطانوی ہند کی ایک مسلم ریاست تھی جس پر بھارت نے ستمبر 1948ء میں قبضہ کرلیا تھا۔ یہ مضمون اس پس منظر میں (فروری 2009ء میں) لکھا گیا تھا۔ اب عرصے بعد '12 ستمبر' کی مناسبت سے دوبارہ ہدیۂ قارئین ہے۔

اڑسٹھ سال پرانی بات ہے۔ ہماری نئی نسل کو شاید یہ معلوم ہی نہ ہو کہ برطانوی ہند کی تقسیم میں مقبوضہ کشمیر کی طرح ایک مقبوضہ حیدرآباد دکن کا مسئلہ بھی تا حال لاینحل ہے اور مزید یہ کہ ایک مقبوضہ ریاست جونا گڑھ بھی ہے۔ (یاد رہے کہ جونا گڑھ بحیرۂ ہند کا ساحلی شہر ہے۔ کراچی اور ممبئی کے درمیان میں واقع ہے اور اس ریاست کی اہمیّت اس بات سے اور بھی زیادہ اُجاگر ہوتی ہے کہ سومنات کا مشہور زمانہ مندر جسے سلطان محمود غزنوی ؒ نے 1026ء میں فتح کر کے بتوں کو پاش پاش کر دیا تھا وہ جگہ اسی ریاست کا حصہ ہے اور بھارت نے اس ریاست پر ناجائز قبضہ کر کے 1947ء کے بعد وہ سومنات کا مندر دوبارہ تعمیر کیا ہے اور اس کا قیمتی دروازہ جو سلطان محمود غزنوی افغانستان لے گیا تھا وہ 1970ء کی دہائی میں افغانستان سے واپس لے کر دوبارہ وہیں نصب کر دیا گیا ہے)

مقبوضہ حیدرآباد دکن کا تذکرہ نوک قلم پر اس لئے آ گیا کہ زندہ قومیں اپنے ماضی کو یاد رکھتی ہیں اور اپنے آباء واجداد کے ادھورے کاموں کو مکمل کرنے کا عزم تازہ کرتی ہیں اس لیے کہ اجتماعی اور قومی زندگی میں کئی کام صدیوں میں تکمیل پذیر ہوتے ہیں۔ جس میں کئی نسلیں اپنے اپنے حصے کا کام سرانجام دے کر اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچاتی ہیں۔ تحریک پاکستان بھی ایک ایسی ہی جدوجہد کا نام ہے جو کئی نسلوں میں حصول پاکستان تک پہنچی اور ابھی اسے قوّت واخوّتِ عوام بننے اور ''ترجمان ماضی'' اور ''شانِ حال'' کا روپ دھارنے میں کئی مشکل گھاٹیاں اور غرقاب در پیش ہیں جبکہ ''شانِ استقبال'' کا ''نظارۂ دیرینہ'' دنیا کو دکھانے کا مرحلہ اس کے کہیں بعد آئے گا۔ یا یوں کہیئے کہ ابھی تو ہمارا ملک اور حکمران امریکہ بہادر کے ''سائے'' میں لبرل ازم، خوشحالی اور روشن خیالی کے مزے لوٹ رہے ہیں جبکہ عوام پانی اور بجلی کے بغیر اس ''اندھیر نگری'' میں پتھر کے زمانے کے قریب جا پہنچے ہیں۔ نامعلوم یہ ملک خداداد ''سایہ خدائے ذوالجلال'' کا منظر کب پیش کرے گا۔

مقبوضہ حیدرآباد دکن کا تذکرہ نوک قلم پر آنے کی ظاہری وجہ یہ بنی ہے کہ گزشتہ دسمبر 2008ء کے ممبئی بم دھماکوں کے ضمن میں پاکستان کے بچے بچے نے اور عالمی سطح پر ہر باشعور انسان نے یہ خبر سنی اور غور کیا ہوگا کہ ممبئی بم دھماکوں کے ملزمان نے حیدرآباد (دکن) کی آزادی کا بھی مطالبہ کیا تھا۔

ان سطور میں ہمیں اس بحث سے غرض نہیں ہے کہ ممبئی بم دھماکوں کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے اور امریکہ، اسرائیل، بھارت اور پاکستان کے رہنماؤں کا جو بھی موقف ہے وہ حقیقت کے نزدیک ہے یا دور ــــــــــ

ہمیں تو ممبئی بم دھماکوں کے ڈرامہ کے ڈرامہ نویس کے ذہن کی داد دینی ہے اور اس کا شکریہ ادا کرنا ہے کہ اس نے کسی بھی نیّت اور ارادے سے یہ ڈائیلاگ دہشت گردوں کے منہ سے ادا کرایا تو ہم مسلمانانِ پاکستان اور عالمی سطح کے بیدار مغز انسانوں کو یہ بھولا بسرا واقعہ لاشعور کی سطح سے ابھر کر شعور کی سطح پر آ گیا اور کئی سوال کھڑے کر گیا۔

حیدرآباد دکن کا تذکرہ اتنے سال بعد کیوں؟ یہ مطالبہ پیش کرنے کا موقع کیا تھا؟ دہشت گرد ساٹھ سال سے زیادہ عمر کے لوگ تھے جنھیں اس دل دوز واقعہ کی کسک دل میں ستا رہی تھی؟ حیدرآباد دکن کب مقبوضہ بنا؟ کس نے بنایا؟ کیوں بنایا؟ کن اصولوں کی خلاف ورزی ہوئی؟ اس مسئلہ کو ریڈکلف ایوارڈ کے مطابق تقسیم ہند کے حوالے سے حل کیوں نہ کیا گیا۔اقوامِ متحدہ اور سلامتی کونسل اس واقعہ پر گزشتہ سات دہائیوں سے کیوں چپ سادھے ہوئے ہیں؟ اور مشرق بعید کی عیسائی ریاست تیموریہ کی طرح آناً فاناً اس مسئلہ کے حل کا مقدر کب چمکے گا؟ اس مسئلے کے حل کے لئے کون رکاوٹ ہے اور کس کس کے مفادات اس کی راہ میں حائل ہیں؟

اس طرح کے بے شمار سوالات ہر ذی شعور انسان اپنے آپ سے اور اپنے گردوپیش میں اٹھانے پر مجبور ہے۔

راقم ذاتی طور پر ممبئ بم دھماکوں کے ڈرامہ کے اس ڈائیلاگ پر اس کہانی کے ''خالق'' کا تہہ دل سے مشکور ہے اور انصاف پسند، آزادی پسند اور جبر کی قوت سے نفرت کرنے والے ہر انسان کی طرف سے بھی کہ اس نے ایک بھولے بسرے اہم مسئلے کو عالمی سطح پر اجاگر کر دیا۔ (آئندہ کسی ایسے ہی واقعہ پر جوناگڑھ کی آزادی کا مطالبہ بھی آجائے تو بڑا احسان ہوگا)۔

راقم تاریخ کا طالب علم تو نہیں تاہم مطالعے سے جو باتیں مقبوضہ حیدرآباد (دکن) سے متعلق یاد ہیں وہ قارئین کی دلچسپی اور معلومات کے لئے حاضر ہیں۔اس میں اضافے اور تصحیح کی گنجائش رہے گی جس کے لئے اہل علم کو دعوت ہے۔

☆ تحریک پاکستان 1940ء کی دہائی میں زوروں پر تھی اور برطانوی ہند کے طول وعرض میں پشاور سے چاٹگام تک ''پاکستان کا مطلب کیا'' اور ''لے کے رہیں گے پاکستان'' کے نعرے گونج رہے تھے۔ 1946ء کے الیکشن میں آل انڈیا مسلم لیگ کو برتری حاصل ہوئی اور وہ مسلمانانِ ہند کی واحد نمائندہ جماعت کے طور پر ابھر کر سامنے آ گئی۔قائداعظم محمد علی جناح کی ولولہ انگیز قیادت میں پاکستان کے مطالبہ کی منظوری کے واضح آثار دکھائی دے رہے تھے۔

☆ مختلف مراحل سے گزر کر قابض برطانوی راج یعنی تاجِ برطانیہ نے تقسیم ہند پر

آمادگی ظاہر کردی۔ تقسیم ہند کے موقف کا تسلیم ہو جانا دراصل قابض برطانوی استعمار اور ہندو ذہن کی مشترکہ شکست تھی۔ تقسیم ہند کو روکنے کے لئے ان دونوں قوتوں نے مل کر ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا مگر تاریخ کا بہاؤ، علامہ اقبال کی تجدیدی مساعی کے نتیجے میں عوامی بیداری، برطانوی استعمار کی لوٹ کھسوٹ اور ہندو کی بظاہر آزادی کی جدوجہد (جس کے لئے وہ مسلمانوں کے ایک قابل ذکر حصے کو ساتھ ملائے ہوئے تھا) اور در پردہ گزشتہ ایک ہزار سال کے مسلم اقتدار (جسے ہندو اپنی کم ظرفی کی وجہ سے غلامی تصور کرتا تھا) کا بدلہ چکانے کی خواہش کے منافقانہ عزائم تھے۔ جس نے مسلمانوں کے اجتماعی جوش وخروش کو عروج پر پہنچا دیا تھا۔

☆ چنانچہ تقسیم ہند کو تسلیم کر کے اعلانِ آزادی (3 جون 1947ء) نشر ہوا اور اس کے عملی اقدامات شروع ہوئے۔ تقسیم ہند کے عملی اقدامات میں جا بجا ہندو منافقت اور برطانوی مسلم دشمنی کے نقوش واضح ہیں۔ مسلم اکثریّت کے علاقوں کے تعیّن اور پاکستان و ہند کی سرحدوں کی حد بندی کے لئے ریڈکلف کمیشن بنایا گیا جس پر تاجِ برطانیہ کی مداخلت اور ہندو کی جانبداری کا واضح الزام لگایا گیا تاہم استعماری عزائم اور برطانیہ کی طرف سے ہندونوازی کے آگے مظلوم مسلمانوں کی بار بار دہائی کی کوئی شنوائی نہ ہوسکی۔

☆ تقسیم ہند کے سلسلے میں ریڈکلف ایوارڈ آیا تو اس نے پنجاب، سندھ اور بنگال کی ایسی مضحکہ خیز تقسیم کردی کہ بیراج کا کنٹرول ایک ملک میں نہریں دوسرے ملک میں۔ ریلوے اسٹیشن کی بلڈنگ ایک ملک میں اور پلیٹ فارم دوسرے ملک میں۔ علیٰ ہذا القیاس۔

☆ تقسیم ہند کے وقت پورے ملک میں 625 ریاستیں تھیں جن کا نظم ونسق بظاہر نواب، راجے، مہاراجے چلاتے تھے۔ مگران کے مدارالمہام یا وزیراعظم وائسرائے نامزد کرتا تھا جس سے عملاً یہ ریاستیں تاجِ برطانیہ کی براہ راست غلام اور برطانوی سامراج کے انگوٹھے یا فوجی بوٹ کے براہ راست نیچے بے دست وپا رہتی تھیں۔

☆ پاکستان کے معرضِ وجود میں آتے وقت طے پایا تھا کہ ان ریاستوں کے سربراہ فیصلہ کریں گے کہ وہ پاکستان یا بھارت کس کے ساتھ جائیں گے۔

☆ بھارت نے روایتی اور دیرینہ مسلم دشمنی کے جذبات کے تحت مسلم اکثریتی علاقے

ریاست کشمیر کے راجے کو دہلی بلا کر دباؤ ڈال کر بھارت کے ساتھ الحاق کرالیا (جس کی دستاویز کے جعلی ہونے پر بڑا مواد موجود ہے) جسے کشمیری عوام نے تسلیم نہیں کیا تو بھارت نے 'عوامی رائے شماری' کہ ریاست کشمیر کے عوام بھارت یا پاکستان کس کے ساتھ الحاق چاہتے ہیں (جیسے سلہٹ اور صوبہ سرحد میں ہوا تھا) دسمبر 1947ء میں واضح شکست نظر آنے پر ریاست میں فوجیں داخل کر دیں۔ اس پر پاکستان کی حکومت نے عقل مندی سے کام لیا اور عوامی سطح پر شمالی علاقہ جات سے رضا کارانہ فوج نے مقابلہ کیا اور قریب تھا کہ پورا کشمیر آزاد ہو جاتا روایتی چند نادیدہ ہاتھوں نے جنگ بندی کرادی اور معاملہ اقوام متحدہ میں چلا گیا جس کے معنی ہی کسی مسلم قضیئے کو سرد خانے میں ڈال دینا ہے۔ قراردادیں منظور ہوئیں، استصوابِ رائے کا فیصلہ بھی ہوا مگر بھارت نے ایک نہ مانی اور معاملہ 68 سال سے جوں کا توں ہے کشمیر کا ایک حصہ جنگ بندی کے بعد مسلمانوں کے پاس آ گیا جو آزاد کشمیر کہلاتا ہے۔

اسی طرح ریاست جونا گڑھ کا مسئلہ ہے جو بھارت کے لئے سومنات کا مندر ہونے کی وجہ سے ''مونچھ کا بال'' بنا رہا تا آنکہ برطانیہ، امریکہ اور سلامتی کونسل کے دیگر بے انصاف اور ظالم ممبران کی وجہ سے سرد خانے میں چلا گیا اور آج اس کا نام بھی زبان پر نہیں ہے۔

☆ ریاست حیدرآباد (دکن) کا معاملہ سب سے زیادہ سنگین اور بھارت کی دیدہ دلیری اور فاشزم کا منہ بولتا ثبوت تھا اور آج بھی ہے کہ اس کی کسک بالواسطہ طور پر عالمی سطح پر آ گئی۔

ریاست حیدرآباد دکن بھارت کے وسط میں ہے بھارت اگر تقسیم میں مخلص ہوتا تو اس ریاست کو مسلم ریاست کے طور پر تسلیم کر لیتا جیسے کیوبا کیمونسٹ اسٹیٹ ہے اور امریکہ کے پہلو میں روس اور ماسکو سے بہت دور زندہ سلامت ہے۔ بھارت بھی مسلمانوں سے مخلص ہوتا تو دکھانے کو ہی سہی اس ریاست کو زندہ رکھتا۔

اس ریاست کے سربراہ نظام حیدرآباد نے ریاست کا الحاق پاکستان سے کر دیا اور پاکستان کے لئے بھاری مالی امداد بھی دی (جو برطانیہ اور بھارت نے آج تک پاکستان نہیں پہنچنے دی) حیدرآباد دکن مالی طور ایک خوشحال ریاست تھی اور اس کے نواب نظام حیدرآباد میر عثمان علی کا شمار دنیا کے چند متمول ترین آدمیوں میں ہوتا تھا۔ بھارت نے اس سونا اگلتی زمین پر للچائی ہوئی

نگاہیں گاڑے رکھیں اور معاملے کو لٹکا دیا اور شاطرانہ انداز میں موقع کی تلاش میں رہا۔

☆ پاکستان کے معرض وجود میں آنے پر ملک کو مالی طور پر بہت سی مشکلات کا سامنا تھا اور مہاجرین کی آمد اور آبادکاری، دوسرا بڑا مسئلہ تھا وسائل کی شدید کمی تھی تاہم قائداعظم کی بے مثال قیادت اور مسلم اخوّت (MUSLIM BROTHER HOOD) نے معجزہ دکھایا اور ملک آہستہ آہستہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے لگا۔

اس عرصے میں بھارت نے مسلم دشمنی اور انتقامی جذبات کے تحت ہر موقع پر پاکستان کو دھوکہ دیا اور اسلحہ، فوج، ہتھیار، وسائل غرض ہر چیز کی تقسیم میں پاکستان کو حصہ کم دیا اور پھر اکثر و بیشتر جو حصہ معاہدے میں طے پا گیا وہ بھی عملاً کبھی پاکستان تک نہ پہنچ سکا۔ پاک و ہند دوستی زندہ باد۔ آج مغرب امریکہ برطانیہ پھر ہمیں ہندو کے ساتھ دوستی اور تجارت کا سبق دیتے ہیں مگر در پردہ وہ بھی بھارت کی طرح مسلم دشمنی کے جذبات سے سرشار ہیں تاریخ نے اسے صلیبی جنگوں (CRUSADES) کا نام دیا ہے ورنہ انھیں مسلم امہ کے کسی مفاد سے کوئی غرض نہیں ہے۔

☆ 1948ء میں قائداعظم پیرانہ سالی، کام کی زیادتی اور بیماری کی وجہ سے صاحب فراش ہوگئے اور مرض بڑھتا گیا تا آنکہ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کے اٹل اصول کے سامنے پاکستان کے مسلمانوں کو سر جھکانا پڑا اور 11 ستمبر 1948ء کو قائداعظم کی وفات کی خبر نشر ہوگئی۔

مسلم دشمنی اور انتقامی جذبات سے لبریز ہندو ذہنیت موقع کی تلاش میں تھی مسلمانان عالم اور مسلمانان پاکستان اپنے محبوب رہنما کی وفات کے غم میں نڈھال تھے کہ 12 ستمبر 1948ء رات ڈھلے بھارت نے حیدرآباد (دکن) میں بظاہر پولیس کے ذریعے (تاکہ عالمی میڈیا بھارت کو اسرائیل اور حیدرآباد کو ''غزہ'' نہ سمجھ لیں) ریاست حیدرآباد (دکن) کا انتظام سنبھال لیا۔

مسلمانوں نے وہاں تک رسائی کی کوشش کی اور بالآخر اقوام متحدہ میں مسئلہ پیش کر دیا سلامتی کونسل کے حسب معمول اجلاس ہوئے مگر نشستند گفتند خوردند نوشیدند اور برخواستند کے مصداق معاملہ حل نہ ہوسکا اور آج بھی معاملہ اقوام متحدہ کے التواء شدہ معاملات کی فہرست میں دبا پڑا ہے اور منتظر ہے انصاف کے دن کا جہاں

ع جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

ریاست حیدر آباد دکن جو بھارت کی ایک مقبوضہ ریاست ہے اور قبضہ بھی غاصبانہ ہے افسوس کہ اس کا کہیں تذکرہ نہیں۔ پرانے لوگ راہی ملک عدم ہوئے، اخباروں اور تحریروں میں بھی کہیں کہیں اور کبھی کبھی تذکرہ ہوتا ہے جو نہ ہونے کے برابر ہے۔

بھلا ہو ممبئی بم دھماکوں کی کہانی لکھنے والے ڈرامہ نگار کا جس نے اپنے ذہن کے (اس لئے کہ حیدر آباد دکن کے غاصبانہ قبضہ کی خلش ہندو ذہن کو بھی ستاتی ہے) منفرد آئیڈیا کو الفاظ کا رنگ دے کر دنیا میں اس اندوہناک قضیئے کی یاد تازہ کر دی۔

ع بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی

اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے وفاداری نبھانے کا جذبہ عطا فرمائے تاکہ ہم مسلمانوں پر آج جو نکبت اور ذلت طاری ہے اس کے گہرے سائے ختم ہو سکیں اور مسلمان دنیا میں عزت کا وہ مقام حاصل کر سکیں کہ وقت کا کوئی بھی فرعون مسلمانوں کی طرف میلی نگاہ سے نہ دیکھ سکے۔ (آمین)

حقیقتِ جہاد

مقرر: انجینئر مختار فاروقی

مدیرِ مسئول جناب انجینئر مختار فاروقی صاحب نے کیڈٹ کالج جھنگ میں ماہانہ درسِ قرآن کے سلسلہ میں 9 فروری 2014ء کو مذکورہ عنوان سے خطاب فرمایا تھا۔ جسے تحریر میں لاکر قارئین حکمت بالغہ کے استفادہ کے لیے شائع کیا جارہا ہے۔ مرتبہ: انجینئر عبداللہ اسماعیل (ادارہ)

حمد وصلوٰۃ اور سورۃ الحج کی آخری آیات کی تلاوت کے بعد فرمایا:

عزیز طلباء، اساتذہ کرام اور معزّز حاضرین! آج کی ہماری گفتگو کا عنوان ہے ''حقیقتِ جہاد''۔ گزشتہ نشست کی گفتگو جو ''حقیقتِ عملِ صالح'' کے عنوان پر تھی اور آج کی گفتگو، آپس میں بہت قریب ہیں۔ اللہ نے ہمیں کچھ کام کرنے کا حکم دیا ہے مثلاً نماز فرض ہے، روزہ فرض ہے، حج ہے، زکوٰۃ ہے اور اسی طرح سچ بولنے کا حکم ہے، امانت و دیانت کا حکم ہے اور کچھ پابندیاں حلال وحرام کی لگائی ہیں۔ بعض کاموں کو کرنے کے لیے اور اللہ کے احکام کو ماننے کے لیے ایک وقت ہوتا ہے کہ آدمی دوسروں کے سامنے ہوتا ہے، مجمع میں، کلاس روم میں، گھر میں، دوستوں میں۔ ایک وقت ہوتا ہے کہ آدمی اکیلا ہوتا ہے۔ جب آدمی یہ فیصلہ کر بھی لیتا ہے کہ مجھے دین پر چلنا ہے، عمل صالح کرنا ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کو پورا کرنا ہے پھر بھی اس کو ہر موقع پر کچھ نہ کچھ مخالف قوتیں روکتی ہیں۔ مثلاً آدمی اکیلا ہے نماز کا وقت ہو گیا ہے،

اذان سن لی ہے لیکن بستر سے اُٹھ کر یا کام چھوڑ کر اُٹھ کر جانا ہو تو کئی طرح کے خیالات آجاتے ہیں کوئی چیز اندر ہی سے آدمی کو روکتی ہے۔ اندر سے ہی یہ بھی خیال آتا ہے کہ نماز پڑھنی چاہیے اللہ کا کہنا ماننا چاہیے اور اندر سے ہی یہ خیال بھی آتا ہے کہ ابھی کافی وقت ہے ابھی ٹھہر جاؤ ابھی ایسے کرلو ویسے کرلو۔ یہ بہانے ہیں۔ یہ خیال اُس بچہ یا آدمی کو آتے ہیں جو نماز پڑھنے کا پکا ارادہ رکھتا ہو۔ جو عام طور پر پڑھتا ہی نہیں ہے اسے اور خیالات آتے ہیں۔ جو عام طور پر پڑھتا ہے اس کو بھی یہ خیال آجاتے ہیں کہ ابھی بہت دیر ہے ابھی تھوڑا سا آرام کر لیتے ہیں تھوڑا سا اور پڑھ لیتے ہیں تھوڑا سا اور لیٹے رہتے ہیں۔ انسان کے اندر یہ مزاحمت اس کو حق پر چلنے، عمل صالح کرنے اور اللہ کا حکم ماننے سے روکتی ہے، مزاحمت اور رکاوٹ پیدا کرتی ہے DELAY کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ آخری درجہ یہ ہے کہ نماز پڑھے بھی تو ایسے وقت میں جب قضا ہو جائے۔ اور جب ہم مجمع میں ہوتے ہیں دوسروں کے سامنے ہوتے ہیں تو اس وقت کچھ اور قوتیں مزاحم ہوتی ہیں۔ چند دوست بیٹھے ہیں اذان کا وقت ہو جائے تو اب ایک اٹھنا بھی چاہے تو دوسرا کہتا ہے بیٹھو یار، جلدی کیا ہے، چھوڑو۔ یہ ایک مزاحمت ہے، صاف ظاہر ہے کہ اُس سے بحث ہی کرنی پڑ جائے گی۔ اسی طرح آدمی کسی ایسے ماحول میں ہے جہاں دین پر کوئی عام طور پر چلنے والا نہیں ہے تو وہاں بھی کئی دیدہ اور نادیدہ مزاحم قوتیں ہوتی ہیں۔

تو حقیقتِ عمل صالح یہ بیان کی گئی تھی کہ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ کو ہم نے مانا ہے تو ہم اب اپنی مرضی نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کوئی ایسا حکم دے دے جو ہم بھی چاہتے ہیں تو ٹھیک ہے لیکن اصلاً ہمیں ہر حال میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کہنا ماننا ہے۔ ایمان کا یہ تقاضا ہے کہ اللہ جو حکم دے گا اور اللہ کے رسول ﷺ جو حکم دیں گے وہی کرنا ہے۔ کھانا اللہ کے رسول ﷺ بھی کھاتے تھے، سوتے بھی تھے، مسجد میں جاتے تھے، آنا جانا سیر سفر ہر چیز تھی لیکن بحیثیت مسلمان ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہم کھانا اس طریقے پر کھائیں جیسے رسول اللہ ﷺ کھاتے تھے، مسجد میں اس طرح داخل ہوں جیسے رسول اللہ ﷺ داخل ہوتے تھے، اسی طرح بیت الخلاء بھی جانا ہے تو اس طرح داخل ہوں گے یا نکلیں گے جیسے اللہ کے رسول ﷺ کرتے تھے تو ایک ثواب کا عمل ہے اور اگر مرضی سے جائیں گے جانا تو ہے ہی پھر وہ من مانی ہو جائے گی وہ اللہ اور اس

کے رسول ﷺ کے احکام کی خلاف ورزی ہو جائے گی۔تو حقیقت عمل صالح میں تو ہم نے یہ پڑھا تھا کہ ایمان لانے کے بعد ہم نے اپنی مرضی اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو بیچ دی ہے کہ اے اللہ ہم آپ کا کہنا مانیں گے اپنی مرضی نہیں کریں گے۔ہم نے اپنی آزادی محمد ﷺ کے قدموں میں ڈال دی ہے۔ ہماری آزادی ختم،اب آپ جو چاہیں گے وہ ہم کریں گے۔

حقیقت جہاد یہ ہے کہ یہ کام ہمیں کرنا ہے اور انگریزی میں کہتے ہیں AT ANY COST کرنا ہے، کچھ بھی ہو جائے ہمیں کرنا ہے،سردی ہو گرمی ہو، آندھی آرہی ہو بارش آرہی ہو طوفان آجائے دین کی جو ذِمّہ داریاں ہیں وہ پوری کرنی ہیں۔ دین کی ذمہ داریوں میں کچھ حالات کے بدلنے سے تخفیف ہو جاتی ہے نماز پڑھنے کے لیے وضو کرنا ہے لیکن اگر پانی AVAILABLE نہیں ہے تو تیمّم بھی ہوسکتا ہے اسی طرح آدمی بیمار ہے یا زخمی ہے نماز پڑھنی ہے لیکن ڈاکٹر نے کہا ہے کہ زخم کو پانی نہ لگاؤ تو تیمّم کر لے۔ کھڑا ہو کر نماز نہیں پڑ سکتا تو بیٹھ کر پڑھ لے، بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتا تو لیٹ کر پڑھ لے۔تو اللہ تعالیٰ نے مختلف حالات میں دین کے احکام میں کچھ سہولتیں دی ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے حالات، ہماری نفسیّات، ہمارے خیالات اور ہماری مجبوریوں سے واقف ہے۔ اتنا ہم نہیں جانتے جتنا اللہ جانتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ان مجبوریوں کا خیال رکھا ہے اللہ کے رسول ﷺ نے بھی خیال رکھا ہے۔لیکن ایک انداز یہ ہے کہ آدمی کہے کہ میں تو نماز پڑھنا چاہتا ہوں دوست نہیں پڑھنے دیتے کیا کریں مجبوری ہے لہٰذا میں نہیں پڑھتا، میں سچ نہیں بول سکتا۔تو دین کا تقاضا اور ایمان کا بلند تر درجہ یہ ہے کہ آپ کو عمل صالح کرنے میں، دین کے احکام پورے کرنے میں جو چیز رکاوٹ بنے اس کو OVER COME کرنا،اس پر قابو کرنا،اس کو کمزور کر کے اس کے اوپر حاوی ہو کر اپنا کام کر گزرنا۔ یہ سوچ اور جذبہ، جذبۂ جہاد ہے۔ ہر وہ کام جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بتایا ہے اور ہمارے دین کا تقاضا ہے اُس کو کرنے کے لیے جو چیز بھی مزاحم ہوگی جو چیز بھی رکاوٹ بننے کی کوشش کرے گی جو چیز بھی صراطِ مستقیم سے ہٹانے کی کوشش کرے گی ہمیں اس کی مخالفت کرنی ہوگی اس سے مقابلہ کرنا ہوگا۔ اچھا انسان اور کامیاب انسان وہی ہوتا ہے جو اچھا ارادہ کرے (پہلے سوچنا چاہیے کہ میں برا کام نہ کروں اچھا ارادہ کروں۔ لوگوں کی خدمت ہے، مسلمانوں کی خدمت ہے، اللہ کا کہنا ماننا ہے یہ

اچھے ارادے ہیں۔ چوری کرنے کا ارادہ کیا تو وہ بری بات ہے اس میں کوئی مزاحمت ہوگی تو پھر آپ جان دے دیں گے تو برے طریقے پر جان لی جائے گی) پھر جو بھی چیز اس راستے میں رکاوٹ بنے اس کو راستے سے ہٹانا ہے اس کا مقابلہ کرنا ہے کہ میں نے طے کرلیا ہے کہ یہ میرے اللہ کا حکم ہے، میرے رسول ﷺ کا حکم ہے مجھے تو یہ کام کرنا ہے، چاہے جان چلی جائے۔ یہ جذبہ ــــ جذبۂ جہاد ہے۔

'جہاد' کا لفظ ہمارے ہاں عام طور پر صرف جنگ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ مشہور یہ ہوگیا ہے کہ جہاد کے معنی جنگ ہوتا ہے۔ حالانکہ جہاد کے لفظی معنی جنگ کے نہیں ہیں۔ ہم اُردو میں 'جدو جہد' اور 'جہد' کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ لفظ 'جہد' سے ہی جہاد بنا ہے۔ کسی کام کے لیے STRUGGLE کرنا۔ اب صاف ظاہر ہے کوئی کام ہم کرتے ہیں کوئی چھوٹی سی چیز اس میں رکاوٹ بن جاتی ہے اس کے لیے تھوڑی سی STRUGGLE کرنی پڑتی ہے۔ کوئی کام کرنا ہے مثلاً نماز کے لیے مسجد جانا ہے وقت تھوڑا ہے، کپڑے بدلنے ہیں تو آدمی کو جلدی کرنی پڑے گی STRUGGLE کرنی پڑے گی عین ممکن ہے کہ نماز کے لیے آدمی کو اپنا موٹر سائیکل نکالنا پڑ جائے کہ چند منٹ رہ گئے ہیں مسجد ذرا دُور ہے اور میں چاہتا ہوں کے تکبیر اولیٰ کے ساتھ ہی نماز پڑھی جائے تو چلو موٹر سائیکل نکال لیتے ہیں۔ اگر آدمی فیصلہ کرلے کہ یہ کام کرنا ہے تو تھوڑی سی تگ و دو کرنی پڑتی ہے۔ لیکن اگر وہ سستی کرے گا کہ اب تو لیٹ ہو ہی گیا ہوں کون موٹر سائیکل نکالے چلو چھوڑو تو یہ آدمی کی سوچ دین کے خلاف ہوتی ہے۔ جدو جہد کرنا، STRUGGLE کرنا، کوشش کرنا، مخالف قوتوں سے کشاکش اور مقابلہ اور پنجہ آزمائی کرنا، یہ ایمان کا تقاضا اور جہاد کا اصل مفہوم ہے۔ دنیا میں زندگی کے مختلف مراحل میں مختلف قسم کے انسانوں کو مختلف قسم کی رکاوٹیں آتی ہیں۔ ایسے چیلنجز سامنے آجاتے ہیں جو انسان کو دین پر چلنے سے روکتے ہیں لہٰذا ان کا مقابلہ کرنا ان کو گھائل کرنا اپنے مقصد میں کامیاب ہوجانا یہ سارے مراحل 'جہاد' کہلاتے ہیں۔

عربی زبان میں جہد سے جہاد کا لفظ کیسے بنا ہے؟ عربی زبان بہت آسان زبان ہے جو لوگ اردو جاننے والے ہیں ان کے لیے تو عربی کوئی مشکل زبان ہے ہی نہیں۔ اس لیے کہ عربی کے حروفِ تہجی اور اردو کے حروفِ تہجی ایک ہی ہے۔ اردو کے 38 حروفِ تہجی ہیں، ان میں سے

28 عربی کے ہیں ان میں ہم نے گ، چ، ڈ اور اس طرح کے مزید چند الفاظ کا اضافہ کر کے اردو بنا دیا ہے کچھ الفاظ ترکی زبان کے ہیں کچھ فارسی کے ہیں۔ اردو کا ہم کوئی جملہ نہیں بول سکتے جس میں کہ آدھے الفاظ عربی کے نہ ہوں۔ اردو بھی دائیں سے بائیں لکھی جاتی ہے عربی بھی اسی طرح لکھی جاتی ہے۔ کوئی انگریز ہے جو برطانیہ یا فرانس وغیرہ میں پیدا ہوا ہے ان کی زبان کے حروفِ تہجی اور ہیں اور وہ LEFT TO RIGHT لکھی جاتی ہے۔ تو جو حضرات یا نوجوان اردو بول سکتے ہیں اردو پڑھ سکتے ہیں لکھ سکتے ہیں ان کے لیے تو عربی زبان بہت آسان ہے۔ اردو زبان میں اکثر الفاظ عربی کے استعمال ہوتے ہیں۔ عربی زبان میں الفاظ کو بنانے کا بڑا آسان طریقہ بنایا گیا ہے آدمی کو بس تھوڑی سی عربی آ جائے تو ایک لفظ سے دوسرا لفظ بنا لینے کی سوجھ بوجھ پیدا ہو جاتی ہے۔ عربی زبان میں ایک لفظ 'مقابلہ' ہے۔ دو ٹیموں کے درمیان کوئی میچ ہو رہا ہے یہ مقابلہ ہے۔ ہر ٹیم چاہتی ہے کہ ہم جیت جائیں ہر کھلاڑی اپنی ٹیم ورک کے ساتھ کام کرتا ہے اور ایک دوسرے کے اشارے سمجھتا ہے جیسا کہ فٹ بال یا ہاکی وغیرہ کے میچ میں ہوتا ہے۔ اسی طرح 'مباحثہ' لفظ ہے جو 'مجاہدہ' کا ہم وزن ہے، DEBATE جس کو ہم کہتے ہیں۔ دو فریق ہوتے ہیں ایک فریق کسی TOPIC کے حق میں بول رہا ہوتا ہے اور دوسرا فریق اس کے مخالف بول رہا ہوتا ہے ہر ایک اپنے دلائل دے رہا ہے اور بڑے زوردار انداز میں گفتگو ہو رہی ہے۔ اسے مباحثہ کہتے ہیں۔ اسی طرح مکالمہ ہے وہ بھی مجاہدہ کے وزن پر لفظ ہے جس کا معنی ہے دو فریق کا ایک دوسرے سے بات کرنا۔ مقابلہ، مکالمہ، مباحثہ، معاملہ، مجاہدہ ان سارے ہم وزن الفاظ میں جو بات COMMAN ہے وہ یہ ہے کہ ان میں دو فریق کا ہونا لازمی ہے، دو PARTIES ہوں گی وہ آپس میں کشمکش کر رہی ہیں آپس میں مقابلہ کر رہی ہیں۔...... جیسے رسہ کشی کا مقابلہ ہوتا ہے جس میں ایک موٹا سا رسّہ لایا جاتا ہے اور کچھ نوجوانوں کی ایک ٹیم ایک طرف اور دوسری ٹیم دوسری طرف ہو جاتی ہے اور سنٹر میں ایک نشان لگا دیا جاتا ہے اور پھر اس کو کھینچا جاتا ہے جو ٹیم رسہ کھینچ کر ایک حد تک لے جائے گی وہ جیت جائے گی۔ اب کرنا کچھ نہیں ہوتا بس اس رسے کو زور سے پکڑا ہوا ہے زور آزمائی ہے اور دانت پیس رہے ہیں کہ بس رسے کو جانے نہیں دینا...... یہ بھی ایک RESISTANCE ہے کہ دوسرے فریق کو نہیں جیتنے دینا کچھ بھی ہو جائے بندے کا خود گھسٹ

جاتا ہے لیکن دوسرے کو جیتنے نہیں دینا۔ اسی طرح مجاہدہ ہے اسی سے 'مجاہد' اور 'جہاد' کا لفظ بنا ہے۔ 'مجاہدہ' یہ ہے کہ دو فریق آپس میں مدمقابل ہیں جیسے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ تھا ایک طرف مسلمان تھے جو یہ چاہتے تھے کہ دنیا میں امن ہو، دنیا میں خیر پھیل جائے، لوگ اللہ کے ماننے والے بن جائیں، لوگ محمد ﷺ کے ماننے والے بن جائیں، لوگ قرآن کو ماننے والے بن جائیں، ایک اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی پرستش کریں۔ جبکہ دوسری طرف کافر تھے ابوجہل اینڈ پارٹی جو کافروں کے سردار تھے وہ چاہتے تھے کہ بت پرستی کا نظام، لوٹ کھسوٹ کا نظام، بے حیائی، ڈرامے، بے غیرتی، جوا، سٹہ، شراب ہے بس یہی چلتا رہے۔ اب یہ دو پارٹیز ہیں ان کا آپس میں مقابلہ تھا وہ چاہتے تھے کہ جو معاشرے کے دوسرے لوگ ہیں وہ ہماری طرف آجائیں اور مسلمان چاہتے تھے کہ ہماری طرف آئیں تو یہ کشمکش ہے وہ بھی تبلیغ اور وعظ کہہ رہے تھے، وہ بھی کارنر میٹنگز کر رہے تھے وہ بھی لوگوں کو بلا رہے تھے وہ بھی گھروں میں جا کر ملتے تھے دعوت دیتے تھے اور اپنے ہاں بلا کر دعوت دیتے تھے۔ یہ مجاہدہ ہے کہ دو فریق کسی ایک مقصد کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں کوشش کر رہے ہیں۔ جہاد کا لفظ قرآن مجید میں کافروں کے لیے بھی آیا ہے۔ وہ بھی اپنے بُرے اور غلط مقصد کے لیے جہاد ہی کر رہے ہیں۔ ابوجہل پیسہ خرچ کر رہا تھا محمد ﷺ کا راستہ روکنے کے لیے وہ اپنی طرف سے جہاد ہی کر رہا تھا۔

قرآن مجید میں سورۃ العنکبوت (29) میں اور سورۃ لقمان (31) میں ہے کہ کچھ نوجوان مسلمان ہو گئے تھے، محمد ﷺ پر ایمان لے آئے تھے اب نوجوان چونکہ INDEPENDENT نہیں ہوتے، گھر کے معاملات ہیں والدین ہیں؛ اس لیے گھر کے بڑے افراد دباؤ ڈالتے تھے کہ ہم بڑے ہیں ہمیں سمجھ نہیں آئی تمہیں جلدی سمجھ آ گئی ہے تم نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ وہ ان کو مارتے پیٹتے تھے دباؤ ڈالتے تھے کہ کسی طرح محمد ﷺ کا ساتھ چھوڑ دیں۔ اور نوجوان اس پر ڈٹے ہوئے تھے کہ ہمیں سمجھ آئی ہے ہم ایمان لائے ہیں ہم تو نہیں چھوڑ سکتے۔ اس کو قرآن مجید نے جہاد کہا ہے کہ کافر تمہارے ساتھ جہاد کر رہے ہیں۔

حضرت مُصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ایک کھاتے پیتے گھر کے نوجوان صحابی ہیں، ان کے ماں باپ بہت امیر تھے، اللہ نے حضرت مُصعب رضی اللہ عنہ کو اچھی طبیعت دی تھی، وہ جوانی میں ہی

محمد ﷺ پر ایمان لے آئے۔ ان کی والدہ نے بھوک ہڑتال کر دی کہ میں کھانا نہیں کھاؤں گی جب تک میرا بیٹا واپس میرے دین پر نہیں آئے گا۔ اب بڑا مسئلہ ہوگیا کہ ایک نوجوان 18۔20 سال کی عمر میں مسلمان ہو جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی سوچ بہت اچھی ہے دین دار ہے نیک ہے پرہیزگار ہے تو ایک طرف محمد ﷺ کا لحاظ کرنا ہے کہ اب مسلمان ہوگیا ہوں ان کا کہنا ماننا ہے دوسری طرف والدہ ہے والدہ کی بھی قدر رہوتی ہے۔ اب اس نے بھوک ہڑتال کر دی ہے تو کیا کیا جائے؟۔ قرآن مجید میں اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے:

وَ اِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا

اگر والدین تیرے ساتھ 'جہاد' کریں۔ یہاں جہاد کا لفظ ہے۔ ماں کی بھوک ہڑتال کو قرآن مجید نے یہاں 'جہاد' کہا ہے کہ تمہاری ماں تمہارے ساتھ جہاد کر رہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ زور لگا رہی ہے، دباؤ ڈالنے کا ایک طریقہ ہے کہ میں کھانا نہیں کھاؤں گی۔ اس کو جہاد کہا گیا ہے تو کافر لوگ بھی جہاد کر رہے تھے اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ڈٹے رہے تو وہ بھی جہاد کر رہے تھے۔ لہٰذا مجاہدہ دوطرفہ عمل ہے۔ اسی سے جہاد اور مجاہد کا لفظ بنا ہے۔

قرآن مجید میں مسلمانوں کے لیے جو جہاد کا حکم ہے اس کے ساتھ دو اور الفاظ بھی آئے ہیں جو کافروں کے جہاد کے لیے نہیں آئے۔ مسلمانوں کے لیے 'جہاد فی سبیل اللہ' کا حکم ہے۔ مسلمان کا جو جہاد ہوتا ہے وہ اللہ کے راستے میں ہوتا ہے اپنے لیے نہیں ہوتا بلکہ FOR THE CAUSE OF ALLAH ہوتا ہے۔ کافروں کا جہاد اپنی مرضی، اپنی چودھراہٹ اور اپنی بڑائی کے لیے ہوتا ہے یعنی حضرت مصعب بن عمیر کی والدہ کا زور لگانا بھی اپنی کسی خواہش ہی پر تھا کیونکہ مصعب بن عمیر جو جہاد کر رہے تھے یا برداشت کر رہے تھے وہ تو خالصتاً اللہ کے لیے تھا کہ میرا اللہ راضی ہو جائے مجھ سے اللہ کے رسول ﷺ راضی ہو جائیں۔ مسلمان بھی جہاد کرتا ہے کافر بھی جہاد کرتا ہے لیکن مسلمان کا جہاد فی سبیل اللہ، اللہ کے راستے میں، اللہ کی کاز کے لیے، اللہ کی بات کو دنیا میں پھیلانے کے لیے، اللہ کی بات کو دنیا میں عام کرنے کے لیے ہے۔ لہٰذا مسلمان مجاہد فی سبیل اللہ کہلاتا ہے۔ آج کل یہ بہت عام ہے کہ اخباروں میں مسلمانوں کی اصطلاحات کو بدنام کیا جاتا ہے۔ مثلاً شہید ہے اور مسلمان تو شہید فی سبیل اللہ ہوتا ہے کہ اُس

نے اللہ کے راستے میں جان دے دی ہے، اللہ کے ہاں اس کا بڑا درجہ ہے۔ قرآن مجید میں ہے:
وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ يُّقۡتَلُ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَات بَلۡ اَحۡيَاء
جو آدمی اللہ کے راستے میں قتل ہو جائے (اپنی مرضی سے نہیں کہ ایک آدمی نے دوسرے کو گالی دی تو بدلے میں دوسرے نے اس کو قتل کر دیا وہ مقتول فی سبیل اللہ نہیں وہ صرف مقتول ہے لیکن کسی نے اللہ کے دین کے لیے RESISTANCE کی اور اس وجہ سے اُس کی جان لے لی تو وہ مقتول فی سبیل اللہ ہے) فرمایا: ''جو اللہ کے راستے میں جان دے دیں انھیں مردہ نہ کہا کرو وہ تو زندہ ہیں''۔ شہید کی موت کو اللہ تعالیٰ نے بہت اعلیٰ درجہ دیا ہے کہ وہ مرنے کے بعد یہ ایک طرح زندہ رہتا ہے۔ تو مسلمان اگر قتل ہو جائے جس کو ہم شہید کہتے ہیں تو وہ بھی شہید فی سبیل اللہ ہے۔ شہید کی اصطلاح آج کل تو ہندوستان کا کوئی بھی مارا جائے تو اس کو بھی وہ کہتے ہیں کہ وہ شہید ہو گیا۔ چلو شہید کی حد تک تو صحیح ہو سکتا ہے لیکن مسلمان شہید فی سبیل اللہ ہے مسلمان مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔ دین کا تقاضا ہم سے یہ ہے کہ ہمیں مسلمان ہونے کی وجہ سے اللہ کے احکام پورے کرنے ہیں اب ہم آزاد نہیں ہیں جو شخص بھی کلمہ پڑھ لیتا ہے مسلمان ہو جاتا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہاتھ اپنی آزادی بیچ دیتا ہے کہ اب میرا سونا اور جاگنا میری مرضی سے نہیں ہوگا اللہ کی مرضی کے مطابق ہوگا۔ فجر میں اٹھنا ہے یا کسی نوجوان کو اللہ تعالیٰ تہجد پڑھنے کی توفیق دے دے تو فجر سے پہلے بھی اٹھنا ہے۔ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اٹھو۔ پڑھائی اور ذمہ داریاں اپنی جگہ ہیں لیکن اس کے مطابق ایک ٹائم ٹیبل بنانا پڑتا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ رات کو 2 یا 4 بجے تک جاگتے رہو اور صبح وارڈن کو کہہ کے سو گئے کہ مجھے نہیں اٹھانا میں جب چاہوں گا اٹھوں گا۔ یہ بندۂ مومن کی شان نہیں ہے مسلمان کی شان نہیں ہے مسلمان تو کلمہ پڑھ کر اپنی آزادی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہاتھ بیچ دیتا ہے اب تو اللہ کا کہنا ماننا ہے اللہ کے رسول کا کہنا ماننا ہے وہ جو حکم دیں گے اس کے اندر اندر جتنی آزادی ہے وہ آزادی ہے۔ ظہر کی نماز پڑھنی ہے آپ 12:45 بجے بھی جماعت ہوتی ہے وہ پڑھ لیں، 1 بجے پڑھ لیں، سوا بجے ہوتی ہے وہ پڑھ لیں، 2 بجے والی بھی کہیں ظہر مل جائے گی لیکن نہ پڑھنا کوئی آزادی نہیں ہے۔

وہ کام جو اللہ کے احکام ہیں ان میں کچھ رکاوٹیں آتی ہیں جیسے پہلے میں نے کہا ان

رکاوٹوں کو دُور کرنا ہے ان سے بد دِل نہیں ہونا رکاوٹیں تو آ ئیں گی۔ دنیا میں تو انسان کے لیے کوئی جگہ بھی مزاحمت سے خالی نہیں ہے۔ ہم پیدل چلتے ہیں تو ہوا ہمیں تھوڑی لگتی ہے اس لیے کہ رفتار تھوڑی ہوتی ہے۔ موٹر سائیکل پر 60 کلومیٹر کی سپیڈ بنا لو تو وہی ہوا ہمیں تیز لگتی ہے سپیڈ بڑھا دی ہے تو مزاحمت بھی بڑھ گئی ہے، ہوا بھی آپ کو اس تیزی سے روک رہی ہے جس تیزی سے آپ جانا چاہ رہے ہیں۔ اسی طرح جو دین پر نہیں چلنا چاہتا اسے کوئی مزاحمت نہیں ہوگی جو چلنا چاہے گا اسے مزاحمت ہوگی، جو تیز چلنا چاہے گا پورا چلنا چاہے گا 100 فیصد دین پر چلنا چاہے گا اس کی مزاحمت بھی زیادہ شدید ہوگی۔ اپنے ہی دوست واحباب اور رشتہ دار مزاحم ہو جائیں گے۔ ہوا ہمارے فائدے کے لیے ہے لیکن گاڑی یا موٹر سائیکل نکالو تو یہی اس کی RESISTANCE بن جاتی ہے تو اسی طرح جب آپ دین پر چلنے کا فیصلہ کر لیں تو یہی دوست احباب مزاحم ہو جاتے ہیں کہ اب آپ ہمارے پاس بیٹھتے نہیں ہیں ملتے نہیں ہیں آپ کے پاس وقت نہیں ہے ہم بیٹھے ہوتے ہیں آپ نماز پڑھنے چلے جاتے ہیں اس طرح کی باتیں مزاحمت ہے۔ اس کو OVER COME کرنا اس پر قابو پانا یہ ایک جذبہ جہاد ہے۔

جیسے میں نے پہلے کہا کہ جہاد کے معنی ہر وقت جنگ کے نہیں ہوتے ایک خاص مرحلہ ہے جہاں میدانِ جنگ بھی میں جہاد ہوتا ہے۔ اگر دشمن فوجیں لے کر جنگ کرنے کے لیے آجائے تو پھر ہماری طرف سے بھی لوگ میدانِ جنگ میں جائیں گے۔ لیکن میدان جنگ سے بہت پہلے جو مزاحمت اور مخالفت ہوتی ہے اس کے کئی مراحل ہیں جن سے گزرنا پڑتا ہے۔ جنگ تو آخری مرحلہ ہوتا ہے اس سے پہلے ناراضگیاں، اس سے پہلے گفتگو، ایک جگہ کھانا پینا اور بول چال بند ہونے کے مراحل ہوتے ہیں لڑائی کی نوبت تو بہت بعد میں آتی ہے۔ یہ سارے مراحل جو پہلے آتے ہیں وہ بھی جہاد ہی کے ضمن میں آتے ہیں۔

میں نے آپ کے سامنے دو آیتیں پڑھی تھیں یہ سورۃ حج کی آخری دو آیتیں ہیں یہ 17 ویں پارے کی بھی آخری دو آیتیں ہیں۔ فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا......اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ارۡکَعُوۡا وَاسۡجُدُوۡا : رکوع کرو اور سجدہ کرو۔ یعنی نماز پڑھو۔ جز بول کر کل مراد لے لینا یہ عام طور پر ہر زبان میں ہی ہوتا ہے۔ جیسے آج کل جب

مہمان آتے ہیں تو فوراً ہی گھر والے کسی چھوٹے کو کہتے ہیں: بوتل لے آؤ۔ اب بوتل سے مراد وہ خالی بوتل نہیں ہوتی یا وہ کوئی اتنی بڑی بوتل نہیں ہوتی بلکہ آپ سے آپ مراد ہوتی ہے 7up ، COCA COLA وغیرہ۔ خالی بوتل مراد نہیں ہوتی اس میں کوئی چیز بھی شامل ہوگی لیکن بوتل ہی کہتے ہیں تو جز بول کر کل مراد لے لینا یہ ہر زبان میں ہوتا ہے۔ تو رکوع اور سجدہ ہماری نماز کا حصہ ہے تو رکوع کرو، سجدہ کرو بمعنی نماز پڑھو۔ نماز فرض ہے۔ ہمارے دین میں چار عبادات ہیں: نماز، زکوۃ، روزہ اور حج۔ گویا کہ اس سے ساری مراد ہیں۔ دین کے یہ ارکان ہیں یہ کام ہر بوڑھے، جوان، عورت، مرد، شہری، دیہاتی پر فرض ہیں۔

وَاعْبُدُوْا رَبَّکُمْ اور اپنے رب کی بندگی کرو۔ اپنے رب کا کہنا مانو۔

اللہ نے ہم انسانوں کو پیدا کیا ہے وہ ہمارا مالک ہے، خالق ہے، اسی کے ہاتھ میں سب کچھ ہے وہ ہمیں رزق بھی دے رہا ہے ہمیں کھلا رہا ہے پلا رہا ہے بہت اچھے حالات دیے ہوئے ہیں، ہمیں پروان چڑھانے کے لیے والدین برادری کنبہ دوست احباب کے ساتھ بہت اچھے طریقے پر پرورش کر رہا ہے یہ ساری اسی اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی کی مہربانی ہے۔ تو اللہ کا مطالبہ یہ ہے کہ تم اس اللہ کی بندگی کرو۔ جس طرح اللہ کہتا ہے اس طرح کرو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کھلا پلا رہا ہے تو اللہ تعالیٰ کا یہ حق بنتا ہے کہ وہ ہمیں جو حکم دے ہم اس کا کہنا ماننے کے پابند ہیں۔ قرآن مجید میں جانور کی مثال دی گئی ہے کہ تم جانور پالتے ہو بھیڑ، بکریاں، بھینس، گدھا، گھوڑا وغیرہ لوگ پالتے ہیں۔ کوئی آدمی تانگہ کے لیے گھوڑا پالتا ہے تو اس کو کھلاتا پلاتا ہے، اس کی سیوا کرتا ہے دھوپ چھاؤں میں باندھتا ہے اور پھر جب وہ اس کو صبح کے وقت تانگہ میں جوتنے کے لیے کھولتا ہے تو وہ خود ہی تانگہ کے سامنے پہنچ جاتا ہے مالک اس کو باندھ دیتا ہے اور سارا دن اشارے پر چلتا رہتا ہے پتہ نہیں کون سی زبان ہے کہ ذرا سا اشارہ کرتے ہیں تو تیز ہو جاتا ہے ذرا سا اشارہ کرتے ہیں تو وہ رُک جاتا ہے ذرا سا یوں کرتا ہے تو دائیں مڑ جاتا ہے ذرا سا یوں کرتا ہے تو بائیں مڑ جاتا ہے۔ وہ مالک کا اشارہ سمجھتا ہے۔ وہ کیوں سمجھتا ہے کہ یہ مالک مجھے کھلا پلا رہا ہے اور اس کا کہنا ماننا میری ذِمہ داری ہے۔ جانور بھی یہ بات سمجھتے ہیں۔

جن کے گھروں میں بھینس پالی جاتی ہے وہ اسے کھلاتے پلاتے ہیں دھوپ چھاؤں

میں باندھتے ہیں اور جب دودھ دینے کا وقت آتا ہے تو مالک پیچھے سے جا کر بھینس پر ہاتھ رکھ دیتا ہے وہ دودھ دینے کے لیے تیار ہو جاتی ہے وہ سمجھتی ہے کہ مالک کا ہاتھ ہے اور دودھ دینے کا وقت ہو گیا ہے دودھ دے دیتی ہے۔ اگر گائے یا بھینس اس دودھ دینے کے موقع پر دُودھ نہ دے، ہوسکتا ہے مالک ایک دودن برداشت کر جائے کہ شاید اس کو کوئی بیماری یا تکلیف ہوگئی ہے یا کھانا صحیح نہیں تھا لیکن دو تین دن ہو جائیں تو مالک اس کو مارے گا حالانکہ اس وقت کوئی کہے کہ بھائی تمہاری گائے بھینس 70-80 ہزار روپے کی ہے اسے مارو گے تو نقصان ہو جائے گا تو وہ کہے گا کہ یہ میری ہے تم کون ہوتے ہو میں نے اسے پالا پوسا ہے اور یہ دودھ نہیں دے رہی۔ اسی طرح اللہ ہمیں کھلا پلا رہا ہے اور اللہ کا حق ہے کہ وہ ہمیں کچھ حکم دے کہ تم یوں کرو۔ اگر نہیں کریں گے جیسے آپ کو حق ہے کہ کہنا نہ مانے تو آپ اپنی بھینس یا گھوڑے کو ماریں اسی طرح اللہ کو بھی حق ہے کہ وہ ہمیں سزا دے اور جتنے گھوڑے کے ہم مالک ہیں اس سے زیادہ اللہ ہمارا مالک ہے ہم نے گھوڑا پیدا نہیں کیا کہ تھوڑا سا کھلا پلا دیتے ہیں گھوڑا ہمارا احسان مانتا ہے جبکہ ہم اللہ کے بندے ہیں وہ ہمارا خالق ہے وہ ہمیں کھلا پلا رہا ہے وہ ہماری ضروریات پوری کر رہا ہے ہم اس گھوڑے پر جتنی قدرت رکھتے ہیں اس سے زیادہ اللہ کو ہم پر قدرت ہے اللہ تعالیٰ ہماری زندگی اور موت کا مالک ہے اللہ نے ہمیں دوبارہ پیدا کرنا ہے۔ تو ہمیں اللہ کا کہنا ماننا ہے بحیثیت مسلمان۔ (جاری ہے)

وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ

اور نصیحت کرتے رہو کہ نصیحت ایمان والوں کو نفع دیتی ہے (55:51)

'بریدِ فرنگ'

ادارہ دعوتِ اسلامیہ

62 Ennerdale Avenue, Stanmore, Middx. HA7 2LD
Mobile 079 44 138 118 (M F Adil Farooqi)

محترم جناب فیاض عادل فاروقی ہمارے حلقہ مشاورت کے ایک رکن ہیں۔ ان کے دست حق پرست پر گزشتہ دنوں دو افراد نے لندن میں اسلام قبول کیا۔ ان کی اطلاع قارئین کے لیے حاضر ہے۔ (ادارہ)

قبولِ اسلام کے دو واقعات

1 ۶/اگست ۲۰۱۶۔ ایک سکھ نوجوان سمرن سنگھ نے مولانا فیاض عادلؔ فاروقی کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔ عادلؔ فاروقی صاحب نے قرآن وحدیث کی روشنی میں اللہ کی وحدانیت پر مختصر بیان کیا اور تائید کے لئے گرنتھ صاحب کے جپ جی کا حوالہ بھی دیا جس کی رو سے رب تعالیٰ تصویر اور تناسخ یعنی آواگون سے پاک ہے۔ گرونانک جی نے اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کیا تھا۔ اس لئے جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا ہے تو وہ کلمہ شہادت پڑھ کر ایک خدا پر اپنے ایمان کی ترقی اور تکمیل کرتا ہے۔

2 جمعہ ۱۲/اگست ۲۰۱۶ کو ایک ۳۲ سالہ مسیحی نوجوان اُولیور وِلٹشائر نے گریہم پارک کمیونٹی سنٹر میں نمازِ جمعہ کے اجتماع میں مولانا عادلؔ فاروقی کے ہاتھ پر قبولِ اسلام کا اعلان کیا۔ عادلؔ فاروقی صاحب نے خطبۂ جمعہ میں بتایا کہ تمام انبیاء کرام کا دین ایک ہی تھا یعنی اللہ کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا۔ اسی کا نام اسلام ہے۔ کسی نبی نے یہودیت، عیسائیت یا کسی اور مذہب کو اختیار کرنے کا حکم نہیں دیا۔ حتیٰ کہ بائبل میں یہودیت اور عیسائیت نام کے کسی مذہب کا ذکر تک نہیں۔ نہ ہی بائبل میں تثلیث کا نام ملتا ہے۔ اسلام قبول کرنے والا شخص اپنے اس ابتدائی دین و مذہب میں واپس آجاتا ہے جس کی تعلیم تمام انبیاء کرام دیتے آئے ہیں۔

احکام ومسائل قربانی

فرید اللہ مروت

(ماخوذاز ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور، 15 ستمبر 2015ء)

قربانی کی فضیلت ☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بقرعید کی دس تاریخ کو ابن آدم کا کوئی بھی نیک عمل اللہ کے نزدیک (قربانی کا) خون بہانے سے زیادہ محبوب نہیں ہے اور قیامت کے دن قربانی والا اپنے جانور کے بالوں، سینگوں اور کھروں کو لے کر آئے گا (اور یہ چیزیں ثواب عظیم کا ذریعہ بنیں گے) اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نزدیک درجہ قبولیت پالیتا ہے۔ لہٰذا تم خوش دلی کے ساتھ قربانی کیا کرو۔ (رواہ الترمذی)

☆ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنی صاحبزادی) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے (قربانی کے وقت) فرمایا: اے فاطمہ! اپنی قربانی کے پاس حاضر ہو جاؤ کیونکہ اس کے خون کے پہلے قطرہ کی وجہ سے تمہارے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ فضیلت صرف ہمارے لیے یعنی اہل بیت کے واسطے مخصوص ہے یا سب مسلمانوں کے لیے ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ فضیلت ہمارے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔ (الترغیب والترہیب)

وجوب قربانی کا نصاب عیدالاضحیٰ پر جانوروں کی قربانی کرنا مسلمانوں کی عبادت کا حصہ ہے۔ اُمتِ محمدیہ میں ہر صاحب حیثیت مسلمان پر قربانی واجب ہے اور اگر کوئی صاحب حیثیت نہ ہو اور قربانی کردے تو ثواب عظیم کا مستحق ہوگا اور جو شخص وسعت کے باوجود قربانی نہ کرے، اس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَنْ وَّجَدَ سعَةً لِاَنْ یُّضَحِّیَ فَلَمْ یُضَحِّ فَلَا یَحْضُرُ مُصَلَّانَا)) ''جو شخص وسعت ہوتے ہوئے قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ

میں نہ آئے۔''(الترغیب والترہیب)

بالغ اولاد اور بیوی پر قربانی اگر والد مالدار ہے اور اس نے قربانی کر لی تو بالغ اولاد کی نہیں ہوئی۔ اولاد خود کماتی ہے، خود غنی ہے تو ان پر خود قربانی کرنا لازم ہوگی۔ اسی طرح شوہر اور بیوی کا حال ہے کہ ایک کی قربانی دوسرے کے لیے کافی نہیں ہوسکتی، دونوں غنی ہیں تو دونوں پر قربانی لازم ہے۔

قربانی کے گوشت کا مصرف قربانی کے گوشت کی تقسیم کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کر لیں: ایک حصہ خود اور بال بچوں کو کھلا دیں اور ایک حصہ عزیز وا قارب، دوست واحباب میں بانٹ دیں اور ایک حصہ مستحق فقراء ومساکین کو دے دیں۔ اگر محلّہ میں غریب زیادہ ہوں تو جتنا زیادہ بانٹ دیا اتنا بہتر ہے۔

قربانی کا جانور قربانی کا جانور بارگاہ خداوندی میں پیش ہوگا، اس لیے جانور خوب عمدہ، صحت منداور صحیح سالم، عیبوں سے پاک ہو۔ لنگڑا، کانا، بیمار، دبلا نہ ہو، گائے، بیل، بھینس، اونٹ، اونٹنی، بکرا، بکری، بھیڑ، مینڈھا، دُنبہ اور دُنبی کی قربانی ہوسکتی ہے۔ اس کے علاوہ کسی جانور کی قربانی درست نہیں۔ گائے، بیل، بھینس، اونٹ اور اونٹنی میں سات حصے ہو سکتے ہیں۔ بکرا، بکری، بھیڑ، دنبہ میں ایک شخص کی جانب سے ایک جانور ہوسکتا ہے۔ اونٹ، اونٹنی کی عمر کم از کم پانچ سال جبکہ گائے، بیل، بھینس کی عمر کم از کم دو سال اور باقی جانوروں کی عمر کم از کم ایک سال ہونا ضروری ہے۔

قربانی کا وقت ذوالحجہ کی دسویں تاریخ کو نماز عید کے بعد سے لے کر بارھویں کی عصر تک قربانی کرنے کا وقت ہے۔ افضل دن دسویں کا ہے۔

تکبیراتِ تشریق: ذوالحجہ کی نویں تاریخ کی نمازِ فجر سے تیرھویں کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ بلند آواز سے تکبیر تشریق پڑھنا واجب ہے۔ خواہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھے یا اکیلا، مسافر ہو یا مقیم، مرد ہو یا عورت، شہری ہو یا دیہاتی۔ البتہ عورت آہستہ آواز سے پڑھے۔ تکبیر تشریق یہ ہے: اَللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

تبصرہ وتعارف کتب

1 روح الامین کی معیت میں

کاروانِ نبوت ﷺ

مصنف: پروفیسر ڈاکٹر تسنیم احمد

شائع کردہ: مکتبہ دعوۃ الحق، شاہ فیصل کالونی، کراچی

تبصرہ نگار: ساجد محمود مسلم

فارماکولوجی کے پی ایچ ڈی سکالر ڈاکٹر تسنیم احمد صاحب سوزِ دروں رکھنے والے مخلص محقق ہیں جن کی سیرت النبی ﷺ پر عقیدت بھری کتاب ''روح الامین کی معیت میں کاروانِ نبوت'' کی تیسری جلد زیورِ طباعت سے آراستہ ہوکر عشاق کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے۔ کتاب کا اسلوب اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ ساتھ اردو ادب کی مخصوص چاشنی لئے ہوئے ہے۔ مصنف کے اندازِ بیان سے عیاں ہے کہ موصوف نے قرآن حکیم اور سیرت النبی ﷺ کا گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے لٰہذا وہ ان دونوں کے باہمی ربط وتعلق کو کماحقہ سمجھنے اور اپنی اس خوبصورت کتاب میں پیش کرنے کے لئے لائقِ مبارکباد ہیں۔

مصنف نے کتابِ ہٰذا کی تیسری جلد میں اپنی تحقیق کے مطابق نبوت کے پانچویں سال کے نصفِ آخر کے احوال بیان کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ غارِ حرا میں توحید کا جو نور پھوٹا تھا، اب اس نے وادیٔ مکہ کو ڈھانپ لیا تھا۔ مکہ کا کوئی گھر ایسا نہ بچا تھا جس میں یہ نور داخل نہ ہوا ہو۔ کوہِ صفا پر قُـوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه تُفْلِحُوْا کی جو صدا بلند ہوئی تھی اس کی بازگشت مکہ کے ہر باسی کے کانوں تک پہنچ چکی تھی۔ یہ سب نبی اکرم ﷺ کی جانگسل جدوجہد اور آپ کے جانثار صحابہ کی پیہم دعوت الی اللہ کی وجہ سے ممکن ہو سکا تھا۔ اس پرآشوب دور میں اللہ تعالیٰ نے عم النبی سیّدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو ایمان کی دولت سے نواز دیا۔ مصنف نے ان کے

قبولِ اسلام پر تبصرہ کرتے ہوئے بجا طور پر لکھا ہے: ''حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام نے ماحول میں یکا یک ایک تبدیلی پیدا کر دی۔ اہلِ ایمان جس طرح تشدد کا نشانہ بن رہے تھے، ماحول ویسا نہیں رہا اور مشرکین نے مسئلے کو حل کرنے کے لئے اسے نئے سرے سے سمجھنے اور حل کرنے کی کوشش کو مناسب خیال کیا'' (ص۲۴۲)

یہ کتاب سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دور کا ایک مختصر جائزہ ہے جو مصنف نے جلد سوم میں قرآنی سورتوں کے جلو میں بالتفصیل بیان کیا ہے۔ اس کا مطالعہ کرنے سے قاری پر واضح ہو جاتا ہے کہ ایک سچے داعی الی اللہ کو کن کن مصائب سے گزرنا پڑتا ہے اور اس راہ میں توکل علی اللہ اور صبر و ثبات ہی زادِ راہ کا کام دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مصنف کی اس مخلصانہ پیش کش کو شرفِ قبولیت بخشے، آمین۔ اسی جلد میں مصنف نے قرآنی سورتوں کی ترتیب نزولی پر بھی سیر حاصل گفتگو کی ہے اور واضح کیا ہے کہ اس ترتیب کے لئے انھوں نے سیّد ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم کی تفہیم القرآن پر اعتماد کیا ہے۔

جوہرِ صغیر اردو شرح نحو میر

مرتب: مولانا حبیب اللہ حقانی

ناشر: السعید اکیڈمی، کوٹھا، تحصیل ٹوپی، ضلع صوابی

تبصرہ نگار: حافظ عطاء الرحمٰن

سیّد شریف جرجانی (متوفی 1413ء) کی کتاب ''نحو میر'' اکثر مدارسِ عربیہ کے نصابِ تعلیم میں شامل ہے اور عربی نحو (گرائمر) کے مبتدی طلباء کو نہ صرف پڑھائی جاتی ہے بلکہ از بر بھی کروائی جاتی ہے۔ اصل کتاب فارسی زبان میں ہے۔ زیر نظر کتاب ''جوہر صغیر'' اس کی اردو میں شرح ہے۔ مرتبِ کتاب نے اپنے استاد مولانا محمد اسلم شیخوپوری صاحب کی دورانِ تدریس جو تقریر لکھی تھی اس کو من وعن شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے اور نحوی قواعد وضوابط کے اجراء کے لیے ہر فصل کے آخر میں عملی مشقیں اور سوالات بھی درج کیے ہیں۔ اگر شرح میں نحو میر کے اصل متن کے ساتھ اس کا سلیس ترجمہ بھی شائع ہو جاتا تو اس کی افادیت اور بھی زیادہ ہو جاتی اور طلباء کو ترجمہ یاد کرنا بھی آسان ہوتا۔ بہر حال کتاب نحو کے اساتذہ وطلباء کے لیے مفید ہے۔

فرمودۂ اقبال　　　درویشی کی حکمرانی

نظم فقر

از کلیاتِ اقبال (فارسی) پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق　　سلسلہ وار **8**

(آخری حصہ)

نغمہ داری در گلو اے بے خبر　　جنس خود بشناس و با زاغاں مپر

اے بے خبر! تو اپنے گلے میں نغمہ رکھتا ہے　　اپنی ذات کو پہچان، کوّوں کے ساتھ پرواز نہ کر

خویشتن را تیزیٔ شمشیر دہ　　باز خود را در کفِ تقدیر دہ

خود میں تلوار کی تیزی پیدا کر　　پھر اپنے آپ کو تقدیر کے ہاتھ میں دے

اندرونِ تست سیل بے پناہ　　پیش او کوہِ گراں مانند کاہ

تیرے اندر تو ایک بے پناہ طوفان ہے　　جس کے سامنے کوہ گراں بھی تنکے کی مانند ہے

سیل را تمکیں ز ناآسودن است　　یک نفس آسودنش نابودن است

سیلاب میں زور نہ رُکنے کی وجہ سے ہے　　وہ ایک لمحہ کے لیے رک جائے تو ختم ہوجائے

من نہ مُلا، نے فقیہ نکتہ ور　　نے مرا از فقر و درویشی خبر

میں نہ مُلّا ہوں نہ کوئی نکتہ داں فقیہ　　نہ مجھے فقر اور درویشی کی کچھ خبر ہے

در رہِ دیں تیز بین و سست گام　　پختۂ من خام و کارم ناتمام

دین کے راستے میں نگاہ تیز اور قدم سست ہیں　　میری پختگی خام ہے اور میرا کام نامکمل ہے

تا دلِ پر اضطرابم دادہ اند　　یک گرہ از صد گرہ بکشادہ اند

مجھے پُر اضطراب دِل دیا گیا ہے　　سینکڑوں گرہوں میں سے ایک گرہ کھول دی گئی ہے

'از تب و تابم نصیبِ خود بگیر　　بعد ازیں ناید چو من مردِ فقیر'

تو بھی میری تب و تاب سے اپنا حصہ لے لے　　اس کے بعد پھر مجھ جیسا مردِ فقیر نہیں آئے گا؟

اِنْ شَآءَ اللّٰہ

ماہنامہ حکمت بالغہ جھنگ ایک اور خصوصی اشاعت

یہ ایک حقیقت ہے کہ:

جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کا برطانوی ظالم صہیونی سامراج سے آزادی حاصل کرنے کا خواب علامہ اقبال علیہ الرحمہ کی شخصیت (شاعری، فکر اور دوقومی نظریہ) کے بغیر شرمندۂ تعبیر ہونا ممکن نہیں تھا۔ مگر ___ اسی محسن شخصیت جو مفکر و مصور پاکستان تھی، کو 1947ء کے بعد آہستہ آہستہ ایسا بھلایا گیا کہ 2016ء میں اقبال علیہ الرحمہ کی علامتی یاد ___ یومِ اقبال کی تعطیل (9/نومبر) کو بھی سرکاری طور پر ختم کر دیا گیا۔

ع آسمان راحق بود گر خوں ببارد بر زمین

پاکستان کو اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر علاقائی اور عالمی سطح پر اپنا ROLE ادا کرنا ہے تو: ___ ریاستی، حکومتی، سیاسی، تعلیمی اور نظریاتی سطح پر فکر اقبال علیہ الرحمہ کو از سر نو زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔

اس بات کا احساس دلانے کے لئے ادارہ

احیائے فکر اقبال نمبر

کے عنوان سے عنقریب خصوصی اشاعت کا اہتمام کر رہا ہے

اہل قلم، اہل علم اور ملت اسلامیہ کے بہی خواہوں سے قلمی تعاون اور دعاؤں کی درخواست ہے

انجینئر مختار فاروقی مدیر حکمت بالغہ جھنگ